ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

شعبان : ۱۴۱۳ھ
فروری : ۱۹۹۳ء

خلوص

ایک دن میرے محبوب ﷺ کے حضور میرے محبوب ﷺ کے پیارے حاضر تھے۔ کسی نے کہا:

"آپ کو صدیق اکبرؓ میں کیا ممتاز خصوصیت نظر آتی ہے"؟

آپ ﷺ نے فرمایا "جہاد، خیرات، عبادت میں تم سب سے ممتاز ہو۔ ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ مگر ابو بکر صدیقؓ میں ایک خاص اداء ہے۔ ایک خاص بات ہے"۔ وہ بات کیا تھی؟ اس کا ذکر رسولِ مقبول ﷺ محبوبِ خدا کے اپنے الفاظ میں ہی سنیئے۔ فرمایا:

"شیئاً وقع فی قلبہ"

(ایک شے ہے جو صدیقِ اکبرؓ کے دل میں پیوست ہے)

اس کا تعلق ظاہری اطوار و خیالات سے نہ تھا۔ یہ دل کی بات تھی۔ رسولِ مقبول ﷺ کے یہ الفاظ کس قدر حقیقت افروز ہیں۔ ان میں کتنی جاودانی صداقت ہے۔ چودہ سو سال پہلے کا ارشاد آج کے واقعات پر بھی حاوی ہے۔

اس قلبی کیفیت کا تجزیہ کیجئے تو اس میں بہت سی باتیں نکلیں گی۔ لیکن ایک خصوصیت واضح ہے۔ اور وہ خلوص ہے بے پناہ خلوص۔ وہ خلوص جو پہاڑوں سے ٹکرائے تو انہیں پاش پاش کر دیتا ہے۔ وہ خلوص جو ہر محبت پر دشمنی، ہر عمل کو

"خالصۃ للہ"

کر دیتا؟

ڈاکٹر محمد دین تاثیر "مقالاتِ تاثیر" ص ۵۴، ۵۵

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

Regd No. L - 8755

شعبان ۱۴۱۳ھ فروری ۱۹۹۳ء جلد ۴ شمارہ ۲ قیمت فی پرچہ =/۸ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر:

یدعطا المحسن بخاری

مدیر مسئول:

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ

ذوالکفل بخاری ● قمرالحسنین

خادم حسین ● ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ● عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

◎ اندرونِ ملک =/۱۰۰ روپے ◎ بیرونِ ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان — فون ۲۸۱۴۳

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ (شعبۂ تبلیغ) **عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان**

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نور پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دِل کی بات	مُدیر	۳
ربوہ میں احرار کا فاتحانہ داخلہ	خطاب، سید عطاء المحسن بخاری	۵
نعت	پروفیسر خالد شبّیر احمد	۸
ملتان میں مجلس احرارِ اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس	مہدی مُعادیہ	۹
دعوتِ الی الحق	مولانا ابُو الکلام آزادؒ	۱۱
تاریخ سے مذاق مت کیجئے	حافظ ارشاد احمد دیوبندی	۲۰
امیر المؤمنین سیدنا مُعاویہ رضی اللہ عنہ	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی	۲۶
شہیدِ غیرت سیدنا حُسین (نظم)	پروفیسر محمد عباس نجمی	۳۵
سیدنا عبادہ بن صامت رضؓ	مولانا محمد وارث کامل مرحوم	۳۶
مرزا قادیانی کی مُنہ مانگی موت	مولانا لال حُسین اخترؒ	۳۹
آقا سے بغاوت کیوں ؟	خاموش مبلّغ	۴۴
کراچی پر عیسائیت کی یلغار	سہیل افضل	۴۵
چمن چمن اُجالا	(شہر شہر سے ڈائریاں)	۵۲
حُسنِ انتقاد	سید محمد ذوالکفل بخاری	۶۱

دل کی بات

عالمی دہشت گرد امریکہ پوری دنیا میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھا رہا ہے۔ دنیا کے تمام کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ "الکفر ملۃ واحدہ" کے مصداق اسلام اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ کی سرپرستی میں متحد ہو چکے ہیں۔ مسلمان جہاں بھی اس ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں انہیں انتہا پسند، بنیاد پرست اور نئی اصطلاح کے مطابق دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے۔ امریکہ نے انسانی حقوق کی سرکاری رپورٹ میں کشمیریوں کو دہشت گرد قرار دیا۔ فلسطینی مجاہدین کو بھی اسی تہمت سے متہم کیا جا رہا ہے اور حال ہی میں پاکستان کو "وفاداریوں" کے عظیم ریکارڈ کے عوض یہی تمغہ عطاء ہوا ہے۔

بوسینا میں مسلمانوں پر ہونے والے پیہم مظالم سے پوری دنیا میں امریکہ ذلیل و رسوا ہوا عالم اسلام میں اس ظلم کے خلاف بیداری کی لہر دوڑی، جہادِ افغانستان کو مثال بنا کر پھر اُمت مُسلمہ کے متحد ہونے کے آثار ہویدا ہو رہے تھے کہ امریکہ نے اس خفت اور بدنامی سے بچنے کیلئے دنیا کے ذرائع ابلاغ کا رخ موڑ دیا اور عراق خلیج مسئلہ پھر کھڑا کر دیا۔ عرب ممالک کو لوٹنے کا ایک بار پھر راستہ نکالا۔ عالمی ادارے (دراصل صیہونی اور نصرانی ادارے) بوسینا کے مظلوم مسلمانوں سے زبانی ہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں مگر عملی طور پر امریکہ کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ اور صورت حال یہ ہے کہ سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد خود امریکہ بین الاقوامی دہشت گرد اور ظالم کی حیثیت سے تنہا دندنا رہا ہے۔ اُمت مُسلمہ اور خصوصاً مسلم حکمرانوں کیلئے یہ نازک وقت ہے۔ ان کی بصیرت اور فکری وابستگی کا امتحان ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نگاہیں اب اپنے حکمرانوں پر جمی ہوئی ہیں کہ کفار و مشرکین کے اس بین الاقوامی اتحاد کے خلاف وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں؟ وقت اور حالات انتہائی سرعت کے ساتھ بدل رہے ہیں اگر مسلم حکمرانوں نے اس موقع پر صحیح فیصلہ نہ کیا تو مجاہدین کا رُخ اپنے ہی حکمرانوں کی طرف مڑ سکتا ہے۔ افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ ہم ایک طرف تو کفار و مشرکین کے خلاف لڑ رہے ہیں دوسری طرف ان کے ایجنٹ اپنے حکمرانوں کے ظلم و ستم کا شکار بھی ہو رہے ہیں۔ وطن عزیز پاکستان ہی کو لیجئے کہ پینتالیس برس سے یہاں حکمرانوں کے ہاتھوں اسلام اور مسلمانوں کی توہین ہو رہی ہے۔ موجودہ حکومت بھی سابقہ مسلم لیگی حکومتوں کی طرح اسلام کا مُقدس نام لیکر برسر اقتدار آئی مگر اپنے اعمال اور رویوں سے یہود و نصاریٰ کی تہذیب و ثقافت اور نظام ریاست و سیاست کی علمبردار بنی ہوئی ہے۔ مسلم لیگی حکومت کے منہ زور وزیر ناہنجار سردار آصف صاحب نے چند ماہ کے وقفہ کے بعد پھر بدبودار بھاشن دیا ہے۔ منافقت کی انتہا یہ ہے کہ دوسرے روز اپنے بیان کی تردید کیلئے وہی روایتی الفاظ دہرا دیئے جو اس سے قبل بھی انہوں نے کہے تھے۔ "کہ میرا بیان توڑ مروڑ کر چھاپا گیا ہے" سوال یہ ہے کہ صرف آپ ہی کا بیان کیوں توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے؟۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت سمجھتے ہیں کہ سردار آصف کے بیانات موجودہ حکومت کی منافقانہ پالیسیوں کا حصہ ہیں۔ جب بھی ملک میں دینی قوتوں کے اتحاد کیلئے فضا ہموار ہوتی ہے یہودیوں اور نصرانیوں کی تہذیب کے نمائندے کا سلسلہ انگریز منہ ٹیڑھا کر کے جعلی شروع کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ

اتنے بزدل اور کمینہ صفت ہیں کہ براہ راست اسلام پر تنقید کی جرأت نہیں کرتے اس ذلیل مقصد کے حصول کیلئے اپنے رُوحانی اور فکری والدین یہود و نصاریٰ کے ہی طریقوں پر عمل کرتے ہیں اور "مولوی" کو گالی کا نشانہ بناتے ہیں۔

مُسلم لیگی حکمرانوں کو یقین کر لینا چاہیے کہ اسطرح نہ تو مولوی مر سکتا ہے۔ اور نہ اسلام ختم ہوسکتا ہے۔ یہ جنگ بہر حال ہم مسلمانوں نے ہی جیتنی ہے۔ ان اُوچھے ہتھکنڈوں کے تہہ منظر میں پوشیدہ سازش کو ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ حکمرانوں کی خواہش یہ ہے کہ "اسلام اور مسلمان" کو مسجد کی چار دیواری میں بند کر دیا جائے۔ یہ ذلیل خواہش ہمارے حکمرانوں اور سیاست دانوں کی قدر مشترک ہے اور وہ بھی یہود و نصاریٰ سے مستعار ہے۔ ارباب اقتدار کو یقین کر لینا چاہیے کہ اسلام کسی چار دیواری میں مقید ہونے کیلئے نہیں آیا بلکہ ہر شعبۂ زندگی میں اپنے غلبہ و تسلط کیلئے آیا ہے۔ اسلئے ان کی یہ خواہش ان شاءاللہ کبھی پوری نہیں ہوگی۔ اس سازش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا اور ذلت و شکست سے دوچار کیا جائے۔

آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی میں مصالحت کی جو پینگیں بڑھ رہی ہیں وہ بھی اسی سازش کا حصہ ہیں علماء کرام اور تمام دینی جماعتیں اس تازہ سیاسی صورت حال کا بغور جائزہ لیں اور اس مفاہمت کو بھی "اسلام دشمنی" کی قدر مشترت کے تناظر میں دیکھیں "بہن بھائی" تو اکٹھے ہو رہے ہیں۔ "اگر بھائی بھائی" انما المومنون اخوة اکٹھے ہو جائیں تو اس مُفاد پرست اور سرمایہ پرست سیاسی جوڑی کو مع نظریہ کے فنا کے گھاٹ اُتارا جاسکتا ہے۔

ماہنامہ نقیب ختم نبوۃ کا تاریخ ساز

امیرِ شریعت نمبر (حصہ اوّل) شائع ہوگیا ہے

۶۴۰ صفحات پر مشتمل اس ضخیم نمبر میں حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بُخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت وسوانح کی بھرپور جھلک موجود ہے۔

○ عام ایڈیشن =/۱۰۰ روپے ○ اعلیٰ ایڈیشن مجلد =/۱۵۰ روپے۔

قیمت پیشگی ارسال کریں۔

سرکولیشن منیجر: ماہنامہ نقیب ختمِ نبوّت مُلتان۔ دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان۔

ناقل: مہدی معاویہ

ربوہ میں احرار کا فاتحانہ داخلہ

قائد تحریک تحفظِ ختمِ نبوّت ابن امیر شریعت

سید عطاء المحسن بخاری کا یادگار خطاب

۲۷ فروری ۱۹۷۶ء

کو مجلس احرار اسلام پاکستان نے مرزائیوں کے مرکز ربوہ میں نمازِ جمعہ اداء کرنے اور مسلمانوں کی پہلی جامع مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کا اعلان کیا۔ جس سے مرزائی حلقوں اور حکومتی ایوانوں میں زلزلہ آگیا۔

پولیس کی ناکہ بندیوں اور رکاوٹوں کو توڑ کر ہزاروں فدائین ختمِ نبوّت اور مجاہدینِ احرار ربوہ میں داخل ہو گئے۔ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ نے ربوہ کی تاریخ میں مسلمانوں کی پہلی جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور اُسے "مسجدِ احرار" کے نام سے منسوب کیا۔ اس موقع پر انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ بھی اس موقع پر موجود تھے۔ حضرت شاہ جی کی گرفتاری کے بعد سید عطاء المحسن بخاری اچانک اجتماع میں پہنچ گئے اور چند منٹ شرکاء اجتماع سے ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ اتفاق سے اس تقریر کی کیسٹ پولیس کی دستبرد سے محفوظ رہ گئی تھی جسے ہمارے رفیقِ فکر جناب مہدی معاویہ نے افادۂ عام کے لئے نقل کر دیا ہے۔ آج تیرہ برس کے بعد فروری ۱۹۹۳ء میں اس تقریر کو ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ تاکہ اس تاریخی حوالہ کی یاد سے قلوب و اذہان منور ہوں۔ اور فتنہ قادیانیت کے خلاف جہاد کو تیز سے تیز تر کیا جائے۔ (مدیر)

نحمده ونصلى على رسوله الكريم وعلىٰ آله وازواجه واصحابه اجمعين

بزرگو! دوستو! آپکے علم میں ہے کہ ہم نے یہ جگہ ایک مسلمان سے خریدی اور اس کے عوض میں دس ہزار کی خطیر رقم ادا کی۔ کسی کی جگہ پر ناجائز قبضہ نہیں۔ قانونی طور پر ہم یہاں تعمیر کا حق رکھتے ہیں اور ہمیں پاکستان کی ہر جگہ پر اللہ کے دین کا نام بلند کرنے کا حق حاصل ہے۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے بعد پاکستان کے آئین میں تسلیم کئے گئے مسلمانوں کے اکثریتی حق کی بنیاد پر ہمیں پورے پاکستان میں مرزائیت کے خلاف ورک کرنے کا پورا شرعی، قانونی اور آئینی حق حاصل ہے۔ ہمارے حکمران، ضلعی انتظامیہ اور پاکستان کے دیگر وہ لوگ جو ہمارے راستے میں رکاوٹ بنے ہیں انہوں نے خدا کے عذاب کو دعوت دی ہے۔ ہم عدم تشدد کے قائل ہیں۔ جو لوگ مجلسِ احرارِ اسلام کو تشدد کی بنیاد پر کام کرنے والا کہتے ہیں وہ کذاب ہیں اور مرزا ناصر کے ایجنٹ ہیں۔ ہم پاکستان میں اور پاکستان بننے سے پہلے تشدد کرنے والوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تشدد کی کوئی قیمت اور کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مار کھانا اور راہ حق میں مر جانا رسول ﷺ کی سُنت ہے۔ آؤ چلو مدینے کے دس سال دیکھو۔ مکہ کے تیرہ برس دیکھو نبی ﷺ نے مار کھائی، دانت شہید کرائے، پنڈلیاں زخمی ہوئیں۔ بیوی بچوں کو چھوڑنا پڑا۔ خاندان کو

چھوڑنا پڑا، ہم ایسے تمام مسلمانوں کو نبی ﷺ کی سنت کے مطابق چھوڑنا گوارا کریں گے۔ جو ہمارے اس راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔ عدم تعاون پر عمل پیرا ہیں۔ ہماری جائز محنت، سچی محنت، راستی اور دیانتداری کی محنت، دین اور یقین کی محنت کے راستے میں رکاوٹ بننے والے لوگ ہمارے کچھ نہیں لگتے۔ ہمارا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

سُن لو سری طرف سے نبوت کے رہزنو!
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یاد رکھیئے! میں اس شخص کو کبھی بھی مسلمان سمجھنا تو درکنار کہنے والی زبان کو غلاظت سے زیادہ ناپاک ہوں جو محمد ﷺ کے بعد نبوت کا تصور جاری مانتا ہے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ صدیق اکبرؓ خلیفہ بلافصل ہوتے۔ فاروق اعظمؓ اسلام کی جلالت و سطوت کا نشانِ عظیم ہوتے۔ اور اگر اللہ کے نبی کے بعد نبوت باقی رہنی ہوتی، ظلی بروزی طفیل غیر تشریعی! کسی قسم کی کوئی نبوت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کبھی نہ مرتے۔

اگر محمد ﷺ کے بعد نبوت کا تاج کسی سر پر سج سکتا، کوئی سر اس قابل ہوتا، کوئی وجود اس لائق ہوتا کہ اس کو نبوت کا منصب عطا کیا جاتا تو علی مرتضیٰ شاہِ مرداں شیر یزداں نبی ہوتے۔ اور اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد اجراء نبوت کا کوئی تصور ہوتا تو حسینؓ شہید کربلا نبی ہوتے۔ امام النقباء حسنؓ مجتبیٰ ہوتے۔ ابو حنیفہ ہوتے۔ قادیان میں پیدا ہونے والا ایک کذاب شخص غلام احمد نہیں ہو سکتا۔ مرزا غلام احمد کی ذریت کہتی ہے کہ نبوت جاری ہے۔ میں پوچھتا ہوں اگر نبوت جاری ہے تو غلام احمد سے لیکر رسول اللہ ﷺ تک درمیان میں کیوں کوئی نبی نہیں؟ غلام احمد کے مرنے کے بعد آج تک کیوں کوئی نبی نہیں؟ اور پھر غلام احمد کی اولاد میں سے کیوں کوئی نبی نہیں بنا؟ یہ کیسا فلسفہ ہے؟

دراصل قوموں کو تقسیم کرنے کے لئے، اُمت رسول ﷺ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے، ملکوں میں سیاسی طور پر دو رخی پیدا کرنے کے لئے، پاکستانی نیشن کو ٹو نیشن کے نظریئے میں تقسیم کرنے کے لئے یہ فلسفہ ایجاد کیا گیا ہے۔ پاکستان میں مرزائیت کے بت کا تحفظ کیا جا رہا ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ آج ہمارے راستے بند ہیں۔ لائل پور (فیصل آباد) سے چنیوٹ تک۔ اور سرگودھا سے چنیوٹ تک کیوں ہمارے راستے بند ہیں۔ ہمیں پانچ پانچ میل پیدل چل کر یہاں آنا پڑا۔ اے محافظانِ پاکستان! اے پاکستان کی انتظامیہ کے ظالم افسرو! خدا کے لئے ہمیں بتاؤ کہ تم ہمارے محافظ ہو یا ہمارے قاتل ہو؟ میں تم سے محبت کی بناء پر پوچھتا ہوں؟ مجھے اُس اللہ کے لئے بتایئے جو ہمارا اور تمہارا خالق ہے۔ کیا ہم بندوقیں لے کر آئے ہیں؟ ہمارے پاس ہینڈ گرنیڈ ہیں، سٹین گنیں ہیں؟ کیا بلا ہے ہمارے پاس؟

پھر کیوں تم ہمیں یہاں اللہ کے دین کا نام بلند کرنے سے روکتے ہو؟ مجھے بتاؤ تمہارا وہ کونسا اسلام کا رشتہ ہمارے ساتھ باقی رہ گیا ہے۔ تم نے ہمارے دل پر خنجر چلائے۔ ہمیں ذبح کیا۔ ہمیں مظلوم بنایا۔ تم ظالم بنے۔ اللہ کی بارگاہ میں تم کیا جواب دو گے؟ پھر تم رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے کیونکر مستحق ہو؟ ہم یہاں چوری کرنے

کے لئے آئے ہیں۔ بدمعاشی کرنے کے لئے آئے ہیں۔ شراب کا ٹھیکہ کھولنے کے لئے آئے ہیں۔ بدکاری کے لئے آئے ہیں؟ بتایئے بھائی کس کام کے لئے آئے ہو (مجمع سے لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ اللہ کی رضا کے لئے) میرے لئے مت کہنا! تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔ (عوام نے پھر بلند آواز میں کہا اللہ کی رضا کے لئے) تو پھر ہمارے راستے میں رکاوٹ بننے والے اللہ کے دین کے نمائندے ہوسکتے ہیں؟

مجمع: نہیں۔

بتایئے خدا کے لئے میرے منتظم و محترم دوستو! کیا یہ درپردہ مرزائیوں کی حمایت نہیں۔ کیا مرزائیوں کو ہماری موت سے تقویت نہیں ہو گی۔ ہمارے اجتماع کو روکنے کے لئے آپ نے جو طور طریقہ اختیار کیا ہے یہ ڈیموکریٹک موومنٹ کے لئے تو ہوسکتا ہے۔ مگر یہ کوئی جمہوری جنگ ہے؟ ہم دنیاوی اقتدار کی جنگ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ایک کروڑ بار اقتدار کی جنگ پر لعنت۔ ہمارا اقتدار بھی دین کے راستے سے آئے گا۔ ہماری جنگ بھی دین کے نام پر ہے۔ ہمارا ماٹو بھی دین ہے۔

یہ دین کی توہین ہے۔ ضلع جھنگ، ضلع لائل پور اور ضلع سرگودھا کی منتظمہ خدا کی بارگاہ میں مجرم ہے۔ ہم مظلوم ہیں اور یہ تینوں ضلعوں کی منتظمہ ظالم ہے۔ خدا کی بارگاہ میں ہم تم پر مقدمہ دائر کریں گے۔ جس طرح اس شاعر نے کہا ہے"

دعویٰ کریں گے حشر میں موسیٰ یہ خون کا
کیوں اس نے آب دی مرے قاتل کی تیغ کو

تمہارے اس کردار سے، تمہاری اس بدنظمی سے، تمہارے اس اقدام سے، بالواسطہ و بلاواسطہ مرزائیوں کو سپورٹ ہوئی ہے۔ ہم مجرم نہیں ہیں تو ہمیں یہاں آنے سے کیوں روکتے ہو ہمیں کیوں گرفتار کرتے ہو؟ یہ پولیس کا پہرہ، پولیس کی گاڑیاں، عوام پر تشدد، یہ سب کیوں ہے؟ جناب ذوالفقار علی بھٹو کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد اور اس سے پہلے مجلس احرار اسلام نے ملک میں کوئی ایسی موومنٹ نہیں کی جو اینٹی پاکستان ہو۔ جو تفرقہ بازی کی بنیاد پر ہو۔ پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے پر مبنی ہو، پاکستان کے نظم و نسق کو تباہ کرنے کے لئے ہو۔ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا کرنے کے لئے ہو۔ جب ہمارا دامن ان نالائقیوں سے پاک ہے اور اس چار دیواری سے باہر بسنے والے لوگ، ان کے بڑے، ان کے وڈیرے، مرزا غلام احمد کی ذریتِ بغایہ اور مرزا غلام احمد کے ماننے والے، انہوں نے پاکستان کو دو ٹکڑے کرایا۔ یہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہمیشہ پیدا کرتے ہیں۔ یہ قوموں میں تفرقہ بازی پیدا کرتے ہیں۔ یہ دو قومی نظریئے کے خلاف ہیں۔ مرزائی، بریلویوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کو باہم لڑاتے ہیں۔ انہوں نے پاکستان میں مسلمانوں کے حقوق چھینے ہوئے ہیں۔ انکا غاصبانہ قبضہ ہے۔ تمہارا رویہ ان کے حق میں ہے۔ جو نہ صرف ہم احرار والوں پر بلکہ تمام پاکستانی مسلمانوں پر ظلم ہے۔ مرزائی بھی ظالم اور تم انتظامیہ والے بھی ظالم ہو۔ کیا اسی کا نام انصاف ہے۔

آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے

(اس موقع پر پولیس کی بھاری جمعیت آن پہنچی اور اس نے اجتماع کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ملتان کے احرار کارکن صوفی نذیر احمد صاحب نے اذان کہی اور حضرت سید عطاء المحسن بخاری نے خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ کی امامت کی اور بعد میں گرفتار کر لئے گئے)

نعت

دل کی طلب ہے نعت سرائی حضورؐ کی
ہے وجۂ افتخار گدائی حضور کی

ہر گُل میں ہر شجر میں وہ رحمت ہے موجزن
رحمت ہر اک چمن پر ہے چھائی حضور کی

وہ شخص ہو گیا ہے سرافراز و سربلند
اک پل کو جس نے روشنی پائی حضور کی

ہو مہر تابناک یا ہو چودھویں کا چاند
دونوں کے رُخ پہ روشنی چھائی حضور کی

توقیر اُن کے نام کی دل میں ہے موجزن
ہر روح پہ ہے آج خُدائی حضور کی

چشمِ فلک میں دونوں فضیلت مآب ہیں
صحبت حرا و ثور نے پائی حضور کی

خالد حضور پاک کے کردار کو سلام
کیا ہو گی مجھ سے مدح سرائی حضور کی

پروفیسر خالد شبیر احمد

*

رپورٹ: مہدی معاویہ

ملتان میں مجلس احرارِ اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس کی روداد اور منظور شدہ قرار دادوں کا متن

مسلمان دنیا بھر میں اسلام سے دوری کی وجہ سے پریشان ہیں

یہودیوں اور نصرانیوں کا نظام ریاست و سیاست ہماری مشکلات کا سبب ہے

شناختی کارڈ میں مذہب کے اندراج کے مسئلہ پر حکومت کا طرزِ عمل منافقانہ ہے

آبروریزی کی خبروں اور متاثرہ خاندانوں کی تصاویر کی اشاعت ذلت و رسوائی ہے

حکومت قادیانیوں کو کُھلی چھٹی دینے کی بجائے انہیں نکیل ڈالے

مجلس احرارِ اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا دوروزہ اہم اجلاس ۲۵، ۲۶ جنوری ۱۹۹۳ء کو دارِ بنی ہاشم میں منعقد ہوا۔ کُل دو نشستیں ہوئیں۔ پہلی نشست ۲۵ جنوری کو بعد نمازِ عشاء حضرت مولانا عبدالحق چوہان مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوئی جبکہ دوسری نشست ۲۶ جنوری کو صبح ۱۰ بجے محترم حکیم محمد صدیق تارڑ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

اجلاس میں جماعت کے مرکزی رہنماؤں حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ مولانا محمد اسحٰق سلیمی،

چودھری گلزار احمد، مولانا محمد مغیرہ، مولانا اللہ یار ارشد، ابوسفیان تائب، چودھری نور الدین، سید عطاء المؤمن بخاری، غلام حسین، سید محمد ارشد بخاری ایڈووکیٹ، حافظ انیس الرحمن، سید محمد کفیل بخاری، سید خالد مسعود گیلانی، صوفی نذیر احمد، حافظ کفایت اللہ، میاں محمد اویس اور دیگر ارکان نے شرکت کی۔

اجلاس میں پاکستان کی موجودہ سیاسی، سماجی، دینی و اقتصادی صورت حال کا جائزہ لیا گیا۔ اور یہود و نصاریٰ کے دیئے ہوئے نظامِ ریاست و سیاست کو بالخصوص پاکستان کے مسلمانوں اور بالعموم اُمت مُسلمہ کے تمام مسائل و مشکلات کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ اور یہود و نصاریٰ کے نظام "جمہوریت" کی بجائے اسلام کے آفاقی نظامِ حیات کے نفاذ کو پاکستان کی بقاء کے لئے ضروری قرار دیا گیا۔

قومی شناختی کارڈ میں مذہب کے اندراج کے سلسلہ میں حکومت کا منافقانہ طرزِ عمل قابلِ مذمت ہے۔

حکومت اپنے وعدوں کا پاس رکھے اور یہود و نصاریٰ، مرزائیوں اور شکست خوردہ کمیونسٹوں کی سازشوں سے باخبر رہے۔ اگر حکومت نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا تو تمام پاکستانی مسلمان شناختی کارڈ میں مذہب کے اندراج تک احتجاجی تحریک چلانے میں حق بجانب ہوں گے۔

دشمنانِ خدا و رسول، مرزائیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس کا عملی نفاذ کر کے مرزائیوں کی ملک اور دین دشمن سرگرمیوں کا سدباب کرے۔

اخبارات اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اجتماعی و انفرادی آبروریزی کی خبروں اور متاثرہ خاندانوں کی تصاویر کی اشاعت قابلِ مذمت ہے۔ وزیر اعظم مظلوم خاندانوں سے اظہارِ ہمدردی ضرور فرمائیں مگر اس عمل کو مذموم سیاسی تشہیر کا ذریعہ نہ بنائیں۔

انسانیت سوز جرائم کی بیخ کنی کے لئے وزیر اعظم اور اُن کی حکومت کا طرزِ عمل نہ صرف ناکافی ہے بلکہ مجرموں کی حوصلہ افزائی اور متاثرہ خاندانوں کی ذلت و رسوائی کا سبب ہے۔ حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اخبارات اور ٹیلی ویژن پر ایسی خبروں کی اشاعت پر پابندی عائد کر کے آبرومندانہ رویہ اختیار کرے۔ معاشرے میں انسانیت سوز جرائم کے بڑھتے ہوئے رجحان کے خاتمے کے لئے مجرموں کو شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فوری اور عبرتناک سزائیں دی جائیں۔

بسوں اور ویگنوں میں ریکارڈنگ اور فلموں کی نمائش پر پابندی عائد کی جائے جس سے نہ صرف شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہے بلکہ یہ عمل حادثات کا سبب بھی بن رہا ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر فحش گانوں اور ڈراموں کی بھرمار نے نوجوان نسل کو جنسی جنون میں مبتلا کر دیا ہے۔ اخبارات و جرائد میں فحش تصاویر کی یومیہ اشاعت نے نئی نسل کا اخلاق تباہ کر دیا ہے۔ ملک میں بدامنی اور بے راہ روی کے ان اسباب کو قانوناً ختم کیا جائے۔ اور اس قسم کے ملکی و غیر ملکی تمام لٹریچر کی اشاعت پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔

افغانستان، تاجکستان، ازبکستان، فلسطین، کشمیر، بوسنیا، صومالیہ، الجزائر اور عراق کے حالات و مسائل اور بابری

بقیہ صفحہ نمبر ۱۹ پر دیکھیں۔

مولانا ابو الکلام آزاد رح

دعوتِ الی الحق

ایں رہ منزل قدس است میندیش، بیا
میل ازیں راہ خطا باشد ہیں تا نکنی

بابل کے آثار قدیمہ نے جو ابھی حال میں برآمد ہوئے ہیں علمائے اثریات (ARCHAELOGIST) کی توجہ کو موجودہ صدی سے ہٹا کر آج سے تیس صدی بیشتر کی جانب پھیر دیا ہے جب کہ عرفہ کی ایک کمزور مخلوق نے سیاروں کے طلوع و غروب سے خداشناسی کا سبق لیا تھا، اور ایک سیارہ پرست قوم کو ظلمات کفر سے روشنی میں لانے کی کوشش کی تھی۔

دنیا نے اپنے ابتدائی عہد میں ایک زمانہ وہ بھی دیکھا ہے جب انسانی تمدن کی بدیع المثال ترقی نے قدرت اور بندوں میں کوئی حد فاصل باقی نہیں رکھی تھی۔ قدرت کے صدہا راز آشکارا ہو چلے تھے اور جس قدر حیرت انگیز قدرتی طاقتیں مخفی تھیں انسان نے تقریباً سب سے کام لینا سیکھ لیا تھا۔

آگ، پانی، ہوا، مٹی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس پر انسان نے حکومت نہ کی ہو، سیارۂ زمین کی عنان اختیار گویا ہاتھ میں تھی اتنا ہی نہیں بلکہ فضاء محیط کے کروں اور سیاروں کو بھی ایک طرح سے اپنا بنا لیا تھا، اور اپنی ضروریات میں ان کی مہیب طاقتوں سے بھی نہایت آسانی و سہولت کے ساتھ فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

نقولا تسلا (نکولس تازلے) کو ہنوز مریخ کی آبادی سے تعلقات پیدا کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے، لیکن تاریخ کو اس ابتدائی زمانے کی علمی و عملی ترقی پر حیرت ہے کہ زمین والے آسمان تک پہونچ گئے تھے اور آسمانی آبادی سے جو چاہتے تھے کام لیتے تھے، بستیاں بساتے، شہر کے برج بناتے تو اس کا قبہ آسمان تک پہونچا دیتے، سیرگاہیں اس شان کی ہوتیں کہ مکانات ہیں، عمارتیں ہیں، محلسرائے ہیں آبادی ہے اور اوپر نظر اٹھاؤ تو ایک وسیع اور بہت ہی وسیع باغ آویزاں ہے، شہر میں آئند و روند کی چہل پہل ہے، سڑکیں ہیں، گاڑیاں ہیں اور اوپر دیکھیے تو عظیم الشان دریا لہریں مار رہا ہے۔

یہ عجیب و غریب مدنیت کلدانیوں کی تھی، جو ارض عراق کے فرماں روا تھے، جن کی جلالت کا یہ عالم تھا کہ تورات کے پیغمبر بھی انھیں عشر (محصول دہ یک) دیتے تھے، اور ان کے قانون سے تالیف تورات میں مدد لیتے تھے۔

وسائل تمدن کی فراہمی و فراوانی ایک عالم کو سرکش بنا چکی ہے اِنّ الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ۔

ایک ذرا سی ملکی و مالی عظمت، جو انسان کو انسانیت سے گنادیتی ہے، جو اس قدر مغرور بنادیتی ہے کہ لندن ٹائمز کے صفحات پر زبان سیاست کو اس اعلان سے بھی باک نہیں ہوتا کہ "ایک معمولی انگریز سپاہی کے خون کے مقابلے میں تمام ایرانی آبادی کی کچھ وقعت نہیں" جو ایک بااختیار ملکہ کی حیثیت میں ایک غاصب و ظالم و خوں ریز سلطنت کو انسانی قتل عام پر مبارکباد دیتی ہے، جو ایک فرمانروا سے یہ عصبیت ظاہر کراتی ہے کہ ایک ملک کو چند قومیں پامال کر چکی ہیں اور اب اسے مجبور کرتی ہیں کہ اس پامالی پر قانع ہو جائے جس نے ۲۵ برس پہلے ایک وزیراعظم کی زبان سے ایک ایسے ملک کا خون چوس لینے کی تلقین کرائی تھی، جو خود اسی کا محکوم تھا جس پر اس کی ثروت کی بنیادیں قائم تھیں جو اسکے تاج سلطنت کا درخشندہ گوہر مانا جاتا تھا، اور جس کے باشندوں نے اپنا ملک و مال خود اس کے تصرف میں دے کر اسے مطلق العنان کردیا تھا کہ:-

محابا کیا ہے؟ میں ضامن، ادھر دیکھ
شہیدان نگہ کا خوں بہا کیا؟

غرضکہ جب وہی عظمت اپنے انتہائی مظاہر میں نمایاں ہو تو انسان میں کہاں تک سرکشی نہ آئے گی؟ مادہ کی الوہیت، کلدانیوں پر چھا گئی تھی، خدا کو بھول گئے تھے اور بندگان خدا کے ساتھ اسی ظلم اور زبردست آزادی کے ساتھ پیش آتے تھے، جو آج موجودہ تمدن کے مخصوصات نمایاں میں سے ہے۔

کلکتہ، بمبئی، برلن اور لندن میں جس طرح عظماء رجال کے جا بجا بت نصب ہیں، اسی طرح کلدانیوں نے بے شمار مجسمے قائم کر رکھے تھے، اور ان کی بے انتہا عزت کرتے تھے، چونکہ قدرت کو روئے زمین سے تاریکی مٹانی تھی اس لئے اسی قوم اور اسی ملک سے ایک ایسے نامور اور عظیم

المثان نما شناس کو اٹھایا جس نے اس طلسم کی حقیقت واضح کردی اور کواکب پرست کلدانیوں پر ملکوت السماوات والارض کے اسرار فاش کردیئے۔

یہ خدا شناس ہستی ابراہیم علیہ السلام ابن آزر (تارخ) کی تھی جن کو توحید و صداقت کی دعوت و اشاعت میں سخت سے سخت زحمتیں برداشت کرنی پڑیں، ملک کا ملک دشمن تھا قوم کی قوم تشنۂ خون تھی، حکومت اپنی پوری طاقت سے مقاومت کو آمادہ تھی، ایک زمانے نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اس خدا پرست مخلوق کو آگ کے حوالے کرکے رہیں گے بایں ہمہ ان کے عزم و استقلال کا یہ عالم تھا کہ بقول مسیحی مورخ (مارگری گوری ابوالفرج ملطی) کے "انھوں نے تن تنہا کلدانیوں کے بت خانے میں آگ لگادی (مختصر الدول ص ۲۱) اور اتنی بڑی مہم انجام دینے پر بھی کوئی زبردست طاقت ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ وہ بقول تورات عراق سے ترک وطن کرکے صحیح و سلامت اس ملک میں چلے گئے جہاں خدا نے ان کو برکت دینے اور انھیں ایک بڑی قوم بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ (تکوین ۱۲ + ۱-۵)

یہودیوں کی مقدس کتاب (تلمود) میں یہ واقعات شرح و بسط سے مذکور ہیں۔ جن کو قرآن کریم نے اور زیادہ پھیلا کر بیان کیا ہے۔ سورۂ انبیاء میں ہے۔

ولقد اٰتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین اذ قال لابیہ وقومہ ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون؟ قالوا وجدنا اٰباءنا لھا عابدون. قال لقد کنتم انتم واٰباؤکم فی ضلال مبین. قالوا اجئتنا بالحق ام انت من اللاعبین؟ قال: بل ربکم رب السمٰوٰت والارض	حضرت ابراہیم کو ہم نے ابتداء عمر ہی سے فہم سلیم اور درجۂ رشد و حکمت عطا فرمایا تھا اور ہم اس سے اچھی طرح واقف تھے، دعوت الٰہی کے اس مقدس وقت کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ پتھر کی مورتیں جن کی پرستش پر تم جمے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ انھوں نے کہا۔ اسکے سوا ہم کچھ نہیں جانتے کہ اپنے بڑوں کو ان کی پرستش کرتے دیکھتے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے کہا، پس یقیناً تم اور تمھارے بڑے دونوں صریح گمراہی میں پڑے رہے۔ اس پر انھوں نے کہا، یہ جو تم کہہ رہے ہو کیا واقعی یہ تمھارا کوئی حقیقی خیال ہے یا محض دل لگی کررہے ہو؟ انھوں نے جواب

الذی فطرھن وانا علی
ذلکم من الشاھدین
وتاللہ لاکیدن اصنامکم
بعد ان تولوا مدبرین فجعلھم
جذاذا الا کبیرا لھم لعلھم
الیہ یرجعون. قالوا من فعل
ھذا بالھتنا انہ لمن الظلمین
قالوا سمعنا فتی یذکرھم
یقال لہ ابراھیم
قالوا فاتوا بہ علی
اعین الناس لعلھم
یشھدون. قالوا ءانت
فعلت ھذا بالھتنا یا
ابراھیم؟ قال بل
فعلہ کبیرھم ھذا
فسئلوھم ان کانوا
ینطقون. فرجعوا الی
انفسھم. فقالوا انکم
انتم الظلمون. ثم نکسوا
علی رؤسھم لقد علمت
ماھؤلاء ینطقون قال
اتعبدون من دون اللہ مالاینفعکم
شیئا ولا یضرکم؟ اف لکم
ولما تعبدون من دون اللہ افلا
تعقلون؟ قالوا حرقوہ وانصروا

دیا کہ دل لگی کی اس میں کیا بات ہے! یہ تو اصل حقیقت ہے کہ وہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، وہی تمہارا بھی پروردگار ہے اور میں اپنی بصیرت اور یقین سے اس پر شہادت دیتا ہوں، ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ میں بخدا ضرور بالضرور تمہارے ان بتوں سے تمہارے جانے کے بعد ایک چال چلوں گا، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ لوگوں کے جانے کے بعد بت خانے میں گئے اور بتوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا صرف سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں جب لوگ آئے اور یہ حال دیکھا تو لگے آپس میں کہنے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے یہ گستاخی کی؟ جس شخص نے ایسا کیا یقیناً وہ بڑا ظالم تھا، اس پر بعضوں نے کہا کہ وہ نوجوان جسے ابراہیم کے نام سے پکارتے ہیں ان بتوں کا ذکر کر رہا تھا ہو نہ ہو یہ اسی کی کارروائی ہے، لوگوں نے شور مچایا کہ اس کو یہاں سب کے سامنے پکڑ کے حاضر کرو تاکہ جو کچھ سوال و جواب ہو اسکے لوگ گواہ رہیں۔ چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم کو لے کر آئے اور ان سے پوچھا کہ اے ابراہیم! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت تو نے کی؟ انھوں نے الزاماً کہا، نہیں بلکہ یہ بت جو سب میں بڑا ہے اسی نے کی ہوگی۔ انھیں سے پوچھ لو اگر وہ جواب دے سکتے ہیں۔

اس دندان شکن جواب کو سنکر سب کے سب ششدر رہ گئے اور اپنے دل میں اپنی گمراہی کے

الھتکم ان کنتم فاعلین
قلنا یا نار کونی بردا و
سلاما علی ابراھیم وارادوا
بہ کیدا فجعلناھم الاخسرین
ونجیناہ ولوطا الی الارض التی
بارکنا فیھا للعالمین
(۲۱ : ۴۷ - ۶۳)

تا ئل ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ سچ ہے تم ہی بر سر ناحق ہو، مگر بایں ہمہ سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے، وہ پھر اپنے سروں کے بل اوندھے گمراہی کے گڑھوں میں دھکیل دیے گئے اور حضرت ابراہیم سے کہنے لگے یہ تم نے کیا کہا؟ تم کو تو معلوم ہے کہ بت بولا نہیں کرتے، انھوں نے کہا، پھر یہ کیا بدبختی ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو خود ہی مجبور محض ہیں؟ نہ کسی کو کچھ نفع پہونچائیں اور نہ نقصان؟ تف ہے تم پر اور تمھاری ان چیزوں پر جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو یہ کیا ہے کہ ایسی ظاہر اور کھلی بات بھی تمھاری سمجھ میں نہیں آتی؟

جب وہ لوگ حضرت ابراہیم سے عاجز آگئے تو اور تو کچھ نہ کر سکے، غیض و غضب سے پاگل ہو کر آپس میں شور مچانے لگے کہ بس اگر کچھ کرنا ہے تو اس کا بھی جواب ہے کہ اس بیباک شخص کو آگ میں ڈال کر جلا دو اور اس طرح اپنے معبودوں کی حمایت کرو۔

جب کہ وہ یہ تدبیریں کر رہے تھے تو ہم بھی اپنی تدبیروں سے غافل نہ تھے، ہم نے اپنی قدرت کا اعجاز دکھلایا اور کہا کہ اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کیلئے سلامتی۔

انسانوں نے ہمارے داعی الی الحق کو نقصان پہونچانا چاہا تھا پر ہم نے ان کو ناکام و خاسر کیا۔

بظاہر تو یہ ایک قصہ ہے اور بدقسمتی سے اب تک اسی حیثیت سے نظر ڈالی گئی ہے مگر غور کیجئے تو قرآن کریم نے اپنے خاص انداز میں ایک دفتر معارف کھولدیا ہے جس کے ایک ایک لفظ کے اندر صدہا رموز اخلاق و سیاست اور حقائق و نوامیس اصلاح و دعوت پوشیدہ ہیں مہلت ملے تو اس واقعہ کے ایک ایک ٹکڑے پر ایک ایک مقالہ مستقل طور پر لکھنا چاہئے سردست صرف چند مناسب وقت اشارات آپ کے سامنے ہیں۔

فکر و تدبر سے کام لیجئے تو اس واقعہ سے چند خاص نتائج حاصل ہوتے ہیں

(۱) جس ملک میں ظلم عام ہو گیا ہو، خدا اور بندوں کے حقوق سرمشق تعدی و تطاول ہو رہے ہوں، شرک جیسے ظلم عظیم کے ارتکاب میں باک نہ ہو، اللہ کو چھوڑ کر دوسری طاقتوں اور انسانی

حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

قوتوں کے آگے لوگ سربسجود ہوں۔ وہاں ہر اس شخص کا جس میں ایک ذرہ بھی ایمان واسلام ہو یہ ایک مقدس فرض ہے کہ مظالم ومفاسد کے استیصال کے لئے آمادہ ہوجائے، اور بغیر کسی مداہنت ونفاق کے کامل آزادی اور نڈر اور بے باک لب ولہجے میں خدا کے بندوں کو خدا کی جانب بلائے، اسلام کی علانیہ دعوت کرے، اور کفر وضلالت کے مٹانے میں ذرا بھی متامل نہ ہو۔

(۲) خدا کو استبداد پسند نہیں، جو لوگ ارباب اقتدار ہوں، دولت وحکومت رکھتے ہوں۔ انسانوں پر ان کا تصرف ہو، دنیا کی ہر ایک چیز پر انھیں فرماں روائی کی طاقت دی گئی ہو، پھر اتنی سب نعمتیں ملنے پر بھی خدا کو بھول جائیں۔ مستبد بن بیٹھیں، قانون الٰہی کو توڑنے لگیں، نظام اسلام کی توہین کریں، استبداد میں اتنا غلو رکھتے ہوں کہ انسان ہوکر خدا بن بیٹھیں اور اپنے آئین استعباد کے خلاف کسی کی کچھ بھی سماعت نہ کرتے ہوں تو ایسی قوم کو اس کی غلط کاریوں سے علانیہ آگاہ کردینا چاہیے، علم حق ومعروف لے کر مفاسد ومنکرات کے خلاف آمادۂ جہاد ہوجانا چاہیے اور نہایت آزادی واستقلال کے ساتھ اس طرح اس خطرناک وسنگلاخ وادی میں قدم رکھنا چاہیے کہ یہ طلسم فریب ٹوٹ جائے اور دنیا میں پھر خدا کی بادشاہی قائم ہوجائے۔

(۳) مسلم کی حدیث مشہور ہے من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبه وذلك اضعف الایمان۔ اس حدیث کو تم نے بارہا سنا ہوگا کہ کبھی

حاشیہ سابقہ صفحہ

(۱) حضرت ابراہیمؑ کے حق میں آگ کیوں کر بردوسلام (ٹھنڈی اور سلامتی) بن گئی تھی؟ مفسرین نے اس باب میں بہت سی توجیہیں کی ہیں، ابومسلم محمد بن بحر اصبہانی کا قول ہے" قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً المعنی انہ سبحانہ جعل النار برداً وسلاماً، لا ان هناك كلاماً، كقوله ان يقول له كن فيكون ای يكونه (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۱۷) یعنی قرآن کریم کا یہ ارشاد: ہم نے کہا اے آگ ابراہیمؑ کے حق میں ٹھنڈک اور سلامتی بن جا، اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا نے آتش افروزا ورفتنہ گر کلدانیوں کی آگ سے حضرت ابراہیم کا کچھ نقصان نہ ہونے دیا، یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا نے یہ الفاظ بھی کہے تھے، اس کی نظیر کن فیکون والی آیت ہے جسکے معنی یہ بتائے جاتے ہیں کہ خدا نے پیدا ہونے والے عالم کو مخاطب کرکے حکم دیا کہ ہوجا، وہ ہوگیا، یہاں بھی کچھ لفظوں میں یہ حکم نہیں ملا تھا اور نہ خدا نے واقعی گفتگو کی تھی بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ ارادۂ الٰہی ظہور عالم سے متعلق ہوا اور اسی مشیت کے مطابق موزوں و مناسب طریق پر اس کی تکوین ہونے لگی۔

اس کی تعلیم کے حصول وحقیقت پر نظر نہ ڈالی ہوگی، حضرت ابراہیم ؑ کے اسوۂ حسنہ سے اس کے سمجھنے میں مدد لو، یہ حدیث بتلاتی ہے کہ قانون الٰہی کے مستبد اور احکام کے خلاف جہاں کوئی ایک برائی بھی نظر آئے، ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے زور بازو سے اُس کے مٹانے کی کوشش کرے، یہ خصوصیت حقیقی ایمان داروں کی ہوگی، لیکن جس میں اتنی قوت نہ ہو وہ زبان سے برا کہے اور برائی کے خلاف بآواز بلند احتجاج (پروٹسٹ) کرتا رہے، اس مذاق کے لوگ ایک طرح ناقص الایمان سمجھے جائیں گے، جس سے یہ بھی نہ ہو سکے وہ کم از کم اپنے دل ہی میں اس کو سلگاتا رہے، یہ ایمان کا بالکل ہی آخری اور بہت ہی ضعیف و کمزور درجہ ہے لیکن جو طبیعتیں اتنا احساس بھی نہ رکھتی ہوں ان میں فرائض کی خواہ کتنی ہی پابندی موجود ہو مگر یقین کر لینا چاہئے کہ ایمان سے ان کو مطلق سروکار نہیں۔

مگر یاد رہے کہ ازالۂ منکرات و مفاسد کے لئے دل میں کڑھنے اور زبان سے نالہ و فریاد کرنے کی صورتیں اسی وقت تک کے لئے ہیں جب تک کہ ان سے کشود کار ممکن ہو، جہاں یہ باتیں بے سود ہوں وہاں ایمان کا صرف ایک ہی مظہر ہے اور وہ یہی ہے کہ اپنے آپ کو استعمال طاقت کے قابل بنالیں اور پھر اس طاقت سے منکرات اور مفاسد و مظالم کو مٹائیں۔

براءۃ من اللہ و رسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین. و ان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ و بشر الذین کفروا بعذاب الیم	جن مشرکین کے ساتھ تم نے عہد کر رکھا تھا، اب اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے انھیں صاف جواب ہے، اگر اب بھی تم پھرے رہے تو جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور کافروں کو عذاب دردناک کی بشارت سنا دو۔
لا یستاذنک الذین یومنون باللہ والیوم الآخر ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم واللہ علیم بالمتقین. انما یستاذنک الذین لا یومنون باللہ والیوم الآخر وارتابت	جو لوگ خدا کا اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ تو تم سے اس بات کی رخصت مانگتے نہیں کہ اپنی جان و مال سے شریک جہاد نہ ہوں تم سے خواہاں اجازت تو وہی لوگ ہوتے ہیں، جو اللہ کا اور روز آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور ان کے دل میں شک پڑے ہیں۔

قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون (۴۹) پس وہ اپنے شک کی حالت میں حیران و سرگرداں پھر رہے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے واقعات صاف بتا رہے ہیں کہ ایسی حالت میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ دنیا میں اس وقت وہی ایک مسلمان تھے مگر نہ یہ تنہائی انھیں دعوت الی الحق سے مانع ہو سکی اور نہ انھوں نے ردِ مظالم اور تغییرِ منکر کے لئے صرف وظیفۂ قلب و زبان تک ہی کفایت کی بلکہ جب یہ کوشش سود مند ہوتے نہ دیکھی تو دست و بازو سے بھی طاقت آزمائی کے لئے آمادہ ہو بیٹھے۔ پس ایمانداروں کے لئے ضروری ہے کہ اس کی پیروی کریں۔

(۴) دعوت الی الحق کی ابتدا اپنے گھر سے چاہیئے۔ یہی صورت حضرت ابراہیم نے اختیار کی اور اسی کی تعلیم اظہار دعوت کا حکم دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھی کہ انذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریب ترین اعزا کو ڈراؤ) ان مبادی میں کامیابی ہو یا ناکامی تاہم تجربہ و اختیار اور بصیرت کو اس سے مدد ملے گی اور پھر دعوت عام کے لئے اسکیم مرتب کرنے میں صرف دماغ کی قوت متخیلہ ہی پر زور دینا نہ پڑے گا بلکہ تجربہ و عمل کے نتائج سامنے ہوں گے

(۵) دعوت الی الحق کو مداہنت، پاس مراتب، لحاظ عظمت سے کچھ سروکار نہیں، کسی بزرگ کی بزرگی یا کسی عزیز کی محبت کا اس پر کوئی اثر نہ پڑنا چاہیئے اولاد پر والدین سے زیادہ کس کے احسانات ہوں گے؟ لیکن دیکھتے نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو جو کچھ کہنا تھا، سب سے پہلے اپنے باپ ہی سے کہا اور جو کچھ کرنا تھا اسکے سرانجام دینے میں باپ کے حقوق ابوت ذرا بھی مانع نہو سکے۔

(۶) احیاء صداقت اور اقامت حق اور عدل کے لئے مخفی تدابیر بھی کرنی پڑتی ہیں، پوشیدہ طور پر کید و تدبیر سے بھی کام لینے کی حاجت پڑتی ہے اور اس مدعا کے لئے یہ تمام باتیں جائز و درست بلکہ ضروری و لازم العمل ہیں، حضرت ابراہیمؑ نے بت خانے میں کیا کیا تھا؟

(۷) کفر و شرک و استعباد نے دلوں میں خواہ کیسی ہی تاریکی پھیلا دی ہو انسان اپنی انسانیت سے کتنا ہی گذر گیا ہو، امتیاز حق و باطل کی طاقتیں مردہ ہی کیوں نہ ہو جائیں، تاہم حقیقت ایک ایسی چیز ہے کہ اخلاص کے ساتھ مؤثر انداز میں جب اس کو پیش کیا جائے گا تو سخت سے سخت منکروں کے سر بھی اس کے آگے جھک جائیں گے، مستبدین کے غرور و جبروت سے مرعوب ہو کر دعوت الی الحق کی تحریک روکی نہیں جاتی اور اگر رکتی بھی ہے تو اس طرح کہ

رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

(۸) دعوت الی الحق کے لئے شجاعت قلب درکار ہے، جرأت لسان کی حاجت ہے، زور آور

دست دباز دکی ضرورت ہے کہ خواہ کچھ ہی پیش آئے اور خواہ کیسی ہی زحمتیں سنگ راہ ہوں مگر اپنے مشن کو سنبھالے رہے، کام کیے جائے اور کبھی مرعوب نہ ہو۔

(۹) بڑے کام کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہے، صرف دفع دقت سے دفع استبداد ممکن نہیں، اس قربان گاہ پر سب سے پہلے اپنی جان کی بھینٹ چڑھانے کے لئے آمادہ ہونا چاہئے اس راہ میں سنگلاخ منزلیں طے کرنی پڑیں گی، مشکل سے مشکل امتحان دینے ہوں گے شدائد و نوازل سے طرف مقابل ہونا پڑے گا، اور ہر قدم پر اس دستور العمل کی پابندی کرنی پڑے گی کہ

ترک جان و ترک مال و ترک سر ؎ در طریق عشق اول منزل است

حضرت ابراہیم نے کیسی خطرناک جرأت کی تھی ؟

(۱۰) حق و صداقت کی مقاومت ہمیشہ ناکام رہی ہے۔ دست ستم اس میں خلل ڈال سکتا ہے ضرر پہونچا سکتا ہے پر اس کو فنا نہیں کر سکتا۔ عزم و ثبات سے تمام بندشیں ٹوٹ جاتی ہیں، مخالفین ذلیل ہوتے ہیں، استبداد سے نجات ملتی ہے اور انجام کار برکت حاصل ہوتی ہے کہ والعاقبۃ للمتقین۔

دعوۃ الی الحق کی یہ نتیجہ خیز اسکیم خود حضرت الٰہی کی ترتیب دی ہوئی ہے، اب صرف اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، نئی اسکیم بنانے کی ضرورت نہیں، جو لوگ شب و روز نئی اسکیموں کا خواب دیکھتے ہیں ان کو یہ پیام پہونچا دو، یہ پاک موضوع اس سے زیادہ تشریح کا طالب تھا مگر افسوس

کہ بادۂ حوصلہ سوز است و حلہ بد مستند

بقیہ از صفحہ نمبر ۱۰ مسجد کی شہادت کے سانحہ کے پس منظر میں یورپ اور امریکہ کی یہودی و نصرانی حکومتوں کی سازشیں ہیں۔ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل جیسے یہود و نصاریٰ کے کٹھ پتلی اداروں کا طرز عمل ملت اسلامیہ کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ ان حالات میں ملت اسلامیہ کو اپنے تمام اختلافات بھلا کر اپنی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر مجتمع کر کے یہود و نصاریٰ کے ہمہ قسم کے غلبہ و تسلط کو ختم کر کے اسلام اور مسلمانوں کی بالادستی قائم کرنے کے لئے عملی اقدامات کرنے چاہئیں۔

صوبہ سرحد میں باچا خان کے مجسمہ کی تنصیب بُت پرستی اور مشرکانہ فعل ہے۔ قرآن و حدیث کے متفقہ عقیدہ کے مطابق غیر اسلامی شعائر کا حصہ ہے۔ حکومت صرف اپنے اقتدار کے دوام کے لئے ایسے اقدام کی حوصلہ افزائی کر کے قرآن و سُنت کے خلاف کام کر رہی ہے۔

حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ایسے اقدام کی حوصلہ شکنی کرے۔ نیز رمضان المبارک کے احترام کے پیش نظر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی نشریات کو نمازوں اور تراویح کے اوقات میں بند رکھا جائے اور اس سلسلہ میں اسلامی مشاورتی کونسل کی حالیہ سفارشات پر مکمل عمل درآمد کیا جائے۔

حافظ ارشاد احمد دیوبندی

نقطۂ نظر

تاریخ سے مذاق نہ کیجئے!

ہے یہ گنبد کی صدا، کان لگا غور سے سُن

جیسا کہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ نام نہاد "جماعتِ اسلامی" اپنے یومِ تاسیس سے لیکر تاحال اختلافات کے مجموعہ کا دوسرا نام ہے۔ بانیٔ جماعت سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی سرشت ہی اول و آخر یہی رہی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو تنقید سے (بلکہ حقیقت میں تنقیص سے) بالاتر نہ سمجھا جائے۔ بس اسی ایک دُھن اور اس باطل نظریہ نے مرحوم کی پوری زندگی میں وہ بگاڑ پیدا کیا کہ اس کا نشانہ صرف علمائے حق ہی نہیں بلکہ ہر وہ فرد جس کو اسلام سے معمولی قلبی درد تھا مرحوم کی تنقید بلکہ آپ کی مخصوص قسم کی تنقیص کی زد میں رہا۔

بانیٔ جماعت اسلامی نے بد قسمتی سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر سیدنا حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز تک اور اس کے بعد آنے والے شاہ ولی اللہ سمیت تمام مجددین آئمہ کرام نیز علمائے دیوبند کے ساتھ ہر مکتبِ فکر کے صلحائے اُمت کو اپنی مخصوص اصطلاح میں تنقید کا نشانہ بنائے رکھا۔ آہ ثم آہ! ممدوح مرحوم نے زندگی بھر قلم سے تیر و نشتر کا کام لیا اور دینِ اسلام کے ساتھ تمام اہلِ حق کا مخصوص جابرانہ پوسٹ مارٹم کر دکھایا جس کی عفونت اب تک ان کی کتب میں موجود ہے۔ یہ زخم ابھی مندمل نہیں ہونے پائے تھے "خلافت و ملوکیت نے" ہر سنی مسلمان کا سینہ چھلنی کر دیا تھا جس سے شعیہ مسلک کے ذاکر وغیرہ خوشیاں منا کر مولینا مرحوم کو اپنا حقیقی قائد تسلیم کر کے سنی مسلمانوں کو مزید تنگ کرنے لگے بایں وجہ علمائے حق نے مجبوراً اس مذکورہ مردود کتاب کے جوابات تاریخ کی ان ہی کتب سے جو مرحوم کی سارق نظر سے مخفی رہے تھے مرتب کر کے عوام کو گمراہی سے بچانے کی تدابیر کر رہے تھے کہ ایسے سخت دور میں جبکہ ہر درد مند ملک و ملت اختلافات پھیلانے کی بھرپور مذمت کرتا دکھائی دیتا ہے نہ جانے کیوں اور کس مصلحت کے تحت جماعت اسلامی کے مشہور آرگن ماہنامہ آئین لاہور نے اپنی حالیہ اشاعت بابت ماہ دسمبر ۱۹۹۲ء کا ایک ضخیم نمبر بعنوان "آئینہ تاریخ" کے شاندار اور عظیم الشان نام سے شائع کیا ہے جس میں چالیس پچاس سالہ پرانا اور مفسدانہ مواد ازسر نو شائع کیا ہے واللہ اعلم یہ مذموم حرکت امیر جماعت جناب قاضی حسین احمد صاحب کے مشورہ اور علم میں ہے یا نہیں۔ جس کے مصلح ہونے کے بڑے چرچے پھیلائے جا رہے ہیں۔ حسنِ ظن کی بنیاد پر ہمیں تو یہ بھی یقین نہیں آرہا کہ جماعت اسلامی کی مجلسِ شوریٰ نے ماہنامہ آئین کے مدیر صاحب کو یہ اجازت دی ہو کہ مرحوم اکابرین کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد نصف صدی پیچھے والے اختلافات کو ازسر نو اچھال کر ان اکابرین کے متبعین کو خواہ مخواہ پریشان کر کے اختلاف کا بند دروازہ پھر کھول دیا جائے اور یہ بات بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ مدیر ماہنامہ آئین نے "آئینہ

تاریخ" کے نام کی مناسبت سے صرف مولانا مودودی صاحب مرحوم ہی کی کیوں وکالت کی ہے اور تاریخ کے ان حقائق کو کس مقصد کے لئے نظر انداز کر دیا ہے جس سے بانیٔ جماعت کی حقیقت الم نشرح کی گئی ہے۔ کیا مدیر مذکور کی اصطلاح میں تاریخ صرف بانیٔ جماعت کی وکالت کا نام ہے؟ یا تاریخ تاریخ کے تکرار سے عوام کو ایکسپلائٹ کرنا مقصود ہے؟؟ خدارا تاریخ کا مذاق نہ اڑائیے اب عوام کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جماعت اسلامی کے صالحین کرام کی اصطلاح میں تاریخ کس چیز کا نام ہے۔ اس مصنوعی آئینہ تاریخ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم اور مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر کے بارے میں بھی ایسے ناشائستہ اور خفیف ترین جملوں کا تکرار ہے۔ جسے ملاحظہ کر کے جماعت اسلامی کی تلخی اور اہلِ حق سے ان کا بغض و عناد واضح ہے اور لطیفہ یہ ہے کہ اس شمارہ کے ابتدائی صفحات میں سورت نور کے مضامین سے اپنی شہادت کی سچائی پیش کی گئی ہے جبکہ دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ علمائے حق سے متعلق آپ کے یہ الزامات!

سبحانک ھذا بھتان عظیم

بھی سورت نور ہی کا ایک حصہ ہے۔

چونکہ بانیٔ جماعت اسلامی کی صحیح تصویر اکابرین احرار کی معرفت سے ہی عوام کے سامنے پیش ہوئی ہے اس لئے اس شمارہ کا مقصدِ وحید بھی زعمائے احرار کو پھر سے بدنام کرنا مقصود ہے۔ مگر عوام جس سوراخ سے کئی بار ڈسے جا چکے ہیں اب اس سے ان کو دوبارہ نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا۔

قارئین محترم!

سب جانتے ہیں کہ بانیٔ جماعت اسلامی مرحوم نے تحریک تحفظِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں (مجلسِ عمل کارکن ہونے کے باوجود) اپنی پوزیشن مشکوک کر کے تحریک تحفظِ ختم نبوت سے صاف صاف اپنی اور اپنی جماعت کی بیزاری کا اعلان کر دیا تھا۔ پھر عوام میں اپنا مصنوعی تقویٰ قائم رکھنے کے لئے احرار لیڈروں خصوصاً ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور مولانا محمد علی جالندھریؒ کے خلاف "بیان حقیقت" کے عنوان سے غلط بیانیوں پر مشتمل ایک خودساختہ مصنوعی بیان شائع کیا تھا جو ملک کے کونے کونے میں اس وقت بھی پھیلایا گیا تھا جس کا جواب باصواب حقیقت پر مبنی قائد احرار جناب ماسٹر تاج الدین انصاری مرحوم اور مولانا جالندھری علیہ الرحمۃ نے دے دیا تھا۔ ماسٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان اب بھی "بیان صادق" کے نام سے مجلس احرار اسلام پاکستان کے ہر دفتر سے دستیاب ہے!

مگر جماعت اسلامی کو اپنی جھوٹی تاریخ کے زنگال شدہ آئینہ میں ان دونوں مرحومین کے بیانات نظر نہیں آسکے۔

اگر نہ بیند بروز شپرۂ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مدیر ماہنامہ آئین نے اس چشمۂ آفتاب سے آنکھیں بند کر کے تقریباً ۳۸ برسوں کے بعد پھر مودودی صاحب کا وہی خودساختہ غلط بیانیوں کا پلندہ مصنوعی "بیان حقیقت" شائع کر کے ایک بار پھر احرار رہنماؤں پر کیچڑ اچھال کر معاف کیجئے اپنی عاقبت برباد کرنے کی سعیٔ نامشکور کی ہے۔

یہ بیان حقیقت ص ۱۱۲ تا ۱۱۶ تک پھیلا ہوا ہے۔ تعارف کے طور پر مدیر صاحب رقم طراز ہیں کہ:

"مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے دورۂ سرگودھا میں ۷ ؍ جون کو جماعت اسلامی کے ارکان و متفقین اور عام لوگوں سے ملاقات کے لئے ایک اجتماع منعقد ہوا۔۔۔۔۔ جس میں مولانا محترم سے مختلف موضوعات پر ہر قسم کے سوالات دریافت کئے گئے۔ منجملہ ان کا ایک سوال حسبِ ذیل ہے۔

سوال۔ احرار کے مقررین جگہ جگہ آپ پر الزام لگا رہے ہیں کہ آپ پہلے تو ختم نبوت کی تحریک اور ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے میں پوری طرح شامل تھے مگر بعد میں آپ نے اپنی پوزیشن بدل دی یہی بات حال ہی میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے بھی ایک پبلک تقریر میں کہی ہے آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب۔ دوسرے احرار لیڈروں کی باتوں پر تو میں توجہ نہیں دے سکتا مگر کیا کوئی اس مجلس میں گواہی دے گا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب نے بھی یہ فرمایا ہے؟ مجمع میں سے آوازیں آئیں کہ یہ سب کچھ کہا گیا ہے۔۔۔۔۔۔

اس پر مولانا نے فرمایا۔ اچھا تو اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے تمام واقعات بے کم و کاست بیان کر دوں تا کہ حقیقت واضح ہو جائے میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں پوری ذمہ داری کے ساتھ اللہ کو گواہ کر کے بیان کر رہا ہوں۔ (ماہنامہ آئین لاہور ص ۱۱۲)

اس کے بعد بانیٔ جماعت اسلامی کا وہی پرانا ۳۸ سالہ بیان حقیقت جو ممدوح نے کسی مصلحت کے تحت بیانِ ضلالت یعنی صرف اپنی پوزیشن صاف رکھنے کے لئے بیان کیا اسی کو پھر شائع کیا ہے۔ جس میں احرار لیڈروں پر یہ بہت بڑا الزام عائد کیا کہ میں نے مجلسِ عمل کے کراچی والے اجتماع میں کہدیا تھا کہ یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ ختم نبوت کے لئے ایک الگ تحریک چلائی جائے۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ۔۔۔۔۔۔۔ مگر میری اس رائے سے مولانا محمد علی جالندھری اور ماسٹر تاج الدین انصاری نے اختلاف کیا اور تقریباً دو گھنٹے تک اس پر بحث ہوتی رہی آخر کار جب ان کے پاس میرے دلائل کا کوئی جواب نہ رہا تو مولانا محمد علی جالندھری صاحب نے فرمایا اب ہم آپ سے صاف صاف بات کرتے ہیں کہ اسلامی دستور کا نام جب بھی لیا جاتا ہے لوگوں کا ذہن جماعت اسلامی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور ختم نبوت کا نام آتے ہی لوگ احرار کا خیال کرتے ہیں۔ اگر تحریک اسلامی دستور کے نام سے چلائی جائے تو خواہ ہم اس کے چلانے میں شریک ہوں نام تو بہر حال جماعتِ اسلامی کا ہو گا احرار تو پھر کہیں کے نہ رہے۔ (ماہنامہ آئین ماہ دسمبر ۱۹۹۲ء ص ۱۱۴)

لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم

عربی زبان میں ضرب المثل ہے کہ:

المرءُ یقیسُ علیٰ نفسہ۔

یعنی انسان دوسرے کو اپنی عادت پر قیاس کرتا ہے چونکہ جماعت اسلامی اور بانیٔ جماعت نے ہمیشہ ناموری، شہرت، خود ستائی اور انا و لا غیری کی رٹ لگائے رکھی ہے۔ اس لئے الزام تراشی میں بھی وہی کچھ بیان کر رہے ہیں۔

لطیفہ :۔

روایت ہے کہ ابو جہل نے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بد گوئی کرتے ہوئے کہا کہ آپ نعوذ باللہ ایسے ویسے ہیں اور سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا حسین ترین اور اعلیٰ اخلاق، اعلیٰ صفات اُسوہ حسنہ کا حامل اور کسی ماں نے پیدا نہیں کیا۔ یہ دونوں متضاد خیالات جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے تو آپ نے فرمایا ان دونوں نے سچ کہا ہے۔ یارسول اللہ وہ کس طرح؟ فرمایا دونوں نے میرے اندر جھانک کر آئینہ میں اپنی اپنی تصویر دیکھی ہے۔

قارئین محترم!

غور فرمائیے کہ مجلس عمل کراچی والا اجلاس کوئی معمولی اجلاس نہ تھا اس میں نو جماعتوں کی مجلس عمل کے جید علمائے کرام موجود تھے اور مولانا جالندھری علماء کی اس بھری محفل میں فرما رہے ہیں کہ اگر تحریک دستور اسلامی کے نام سے چلائی گئی تو پھر احرار کہاں جائیں گے؟ تو وہاں اس مجلس میں کسی عالم دین نے نہیں کہا کہ بھائی احرار جائیں جہاں جاتے ہیں یہ تحریک احرار کے نام سے موسوم نہیں یہ تو مجلسِ عمل کی سعیٔ و کوشش سے چلائی جا رہی ہے اور باقی جماعت بھی مولانا کی یہ بات سن کر خاموش ہیں مگر تین سال کے بعد مودودی صاحب کے حافظہ میں یہ بات عود کر آتی ہے۔ کہتے ہیں مولانا عظیم دانشور تھے مگر آپ کے اس الزام اور بہتان تراشی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپکی دانشوری اگر اسلامی ذہن و فکر کی عکاس ہوتی تو زعماء احرار پر یہ گھٹیا قسم کی الزام تراشی آپ قطعاً نہ کرتے جبکہ تحریک تحفظِ ختم نبوت سے اعلان بیزاری کے باوجود قدرت کی طرف سے آپ کو دو برس جیل میں بھی گزارنا پڑے۔ سیدنا حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ مودودی صاحب کی بے وفائی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے تھے کہ جنہوں نے تحریک تحفظِ ختم نبوت کی ذمہ داری قبول کی کام کیا وہ صرف ایک سال جیل میں رہے مگر جنہوں نے سر ہلائے تحریک تحفظِ ختم نبوت سے اپنی پوزیشن بدل دی وہ دو سال جیل میں رہے۔ شاہ جی مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ: (اپنے بارے میں اور مولانا غزنوی کے بارے میں اشارہ کر کے) بخاری شریف بھی موجود اور ابوداؤد شریف بھی پھر کیسے یہ موضوع حدیثیں گھڑی جا رہی ہیں کہ مولانا مودودی صاحب کا مجلسِ عمل سے کوئی تعلق نہ تھا۔ شاہ جی نے فرمایا کہ میں اس تحریک تحفظ ختم نبوت کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں اگر رب کائنات نے روزِ حشر پوچھا کہ تحفظِ ختم نبوت کے نام پر اتنے آدمی کیوں مروا دیئے تو عرض کروں گا یا الہ العالمین پہلی تحریک تحفظِ ختم نبوت کے بانی سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اس دوسری تحریک کا بانی بے شک میں ہوں میں نے سنت صدیق اکبرؓ دہرائی ہے کسی نئی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا۔ جب ایک صاحب نے شاہ جی کی مجلس میں کہا کہ حضرت تحریک تحفظِ ختم نبوت، افسوس کہ ناکام ہو گئی ہے تو آپ نے ڈانٹ کر فرمایا جھوٹ مت بولئے تحریک کامیاب ہو گئی ہے میں نے ہر درد مند مسلمان کے دل میں تحریک تحفظ ختم نبوت کا ایک ایٹم بم چھپا کر رکھ دیا ہے وقت آنے پر وہ پھٹ پڑے گا تو آپ بھی مشاہدہ کر لیں گے کہ تحریکِ تحفظِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کامیاب و کامران ہوئی ہے نہیں؟

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

تحریک تحفظ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۵۳ء کی ایک شاخ اور تتمہ تھی جسے ہر آدمی نے مع جماعت اسلامی دیکھ لیا کہ قومی اسمبلی نے اکثریت کی رائے سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر سیدنا حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کی توثیق کر دی۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

تحریک تحفظ ختمِ نبوت کی کامیابی کے بعد اب یہ شور مچانا واویلا کرنا الزام و بہتان تراشی کرنا کہ احرار یہ کہتے تھے، احرار یہ کرتے تھے کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آپ کا یہ عظیم کارنامہ مرزائیوں کو خوش کرنے کے لئے تو نہیں؟

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

اور اس کا حقیقی جواب وہی ہے جو جناب ماسٹر تاج الدین انصاری صاحب نے اپنے بیان صادق میں رقم فرمایا ہے کہ مولانا مودودی نے تحریک تحفظ ختم نبوت سے کب انکار کیا جب دودھ پینے والے مجنوں سے خون کا پیالہ مانگا گیا یا قربانی دی۔ جماعت اسلامی جیسے نازک مزاج لوگوں کا کام ہی نہیں۔ قدرت نے قربانی کے لئے احرار کا وجود مسعود پیدا فرمایا ہے اور بہتان لے لے جماعت اسلامی کا شعبہ نشر و اشاعت ورنہ اسلام سے تعلق رکھنے والا ہر ادنیٰ سا آدمی بھی جانتا ہے کہ بعد از وفات اختلافات کا دروازہ بند ہو جانا چاہیئے ہاں کیچڑ اچھال کر دوسروں پر اپنی گندگی اچھالنے والوں کے لئے اپنا دفاع کرنے کی ہر دور میں اجازت موجود رہتی ہے۔ بقول کسے:

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
یہ صدا گنبد کی ہے جیسی کہے ویسی سنے

باقی حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی علیہ الرحمۃ پر مدیر ماہنامہ آئین لاہور کی شدید قسم کی ناراضگی کا اظہار کہ مولانا غیر معمولی جذباتی تھے۔ جماعت اسلامی کے خلاف مولانا ہزاروی مرحوم نے ایسی ویسی زبان استعمال کی تو گذارش ہے کہ آپ نے شاید صرف مولانا ہزاروی کی ان تحریروں کا مطالعہ کیا ہے جو آپ نے جماعت اسلامی کو آئینہ تاریخ دکھایا ہے مگر آپ تو صرف ایسی تاریخ کے شیدائی ہیں اور ایسے آئینہ کے عاشق ہیں جس میں آپکی بگڑی ہوئی تصویر بھی خوب صورت نظر آئے ورنہ وہ تاریخ اور وہ آئینہ جو آپ کو اپنا صحیح عکس دکھائے وہ آپ حضرات کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ تو ایسی صورت میں مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے وجود مسعود کو کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔ راقم السطور حضرت مولانا ہزاروی کے تعارف میں صرف ایک واقعہ عرض کرتا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو آپ لوگوں سے کوئی ذاتی عداوت یا بغض نہیں تھا کیونکہ حضرت علیہ الرحمۃ کی دوستی اور دشمنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوا کرتی تھی ہاں ویسے وہ طبعاً اور مزاجاً بہت ہی بہادر، نڈر تھے۔ اور غیر اللہ کے خوف سے بالکل بے نیاز تھے۔ حضرت مولانا نے تقریباً ۱۹۳۴ء میں اپنے دور شباب میں مرزائیوں کے خلاف سخت تقریر کی تو گرفتار کر لئے گئے۔ انگریز اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت میں لائے گئے یہ انگریز افسر بھی حضرت مولانا کے مزاج سے آپ کی طرح واقف نہ تھا اس نے اپنی عادت بد کے مطابق چلا کر کہا (بگڑی ہوئی اردو میں) ٹم بہت بڈمعاش ہے۔ ٹم ہر جگہ

فشاڈ کرٹا پھرٹا ہے ہم ٹُم کو شیڈھا کرٹا ہے۔
(یہ انگریزت کی جگہ ٹ دال کی جگہ ڈال اور سین کی جگہ شین ادا کرتا تھا)

حضرت مولانا مرحوم نے ان کی یہ باتیں بڑے تحمل سے سنیں اور اس کے بعد حضرت مولانا نے ہو بہو اس انگریز کی نقل اتار کر عدالت کے اسی کمرہ میں اسی کی طرح منہ بنا کر اسی چیخنے کی طرز پر بلکہ اس انگریز سے بھی زیادہ زور دیکر کہا۔ ٹُم بہٹ بڈمعاش ٹُم ہی ہر جگہ فشاڈ کرٹا پھرٹا ہے ہم ٹُم کو اب شیڈھا کرٹا ہے۔ تو بھری عدالت میں قہقہے گونجنے لگے اس انگریز افسر نے یہ ملاحظہ کر کے بدحواسی کے عالم میں کہا کہ جاؤ "ایک شال قیڈ" مولانا مرحوم بھی کب مرعوب ہونے والے تھے بعینہ اسی طرح ان کو کہا ٹُم کو بھی ایک شال قیڈ۔ اور آخر میں شکریہ کا لفظ بھی ازروئے مزاح کہہ کر جیل خانے چلے گئے۔

آپ اپنے گریبان میں جھانک کر بتائیں کہ کیا حضرت مولانا ہزاروی کو اس انگریز افسر سے کوئی ذاتی عداوت تھی۔ مولانا کا اپنا ایک مزاج تھا اگر آپ کو یا آپ کے کسی ساتھی کو مولانا کا مزاج پسند نہیں آیا تو پھر اس طرح آئیں بائیں شائیں کر کے حضرت مولانا ممدوح کے للہی جذبات کی نفی نہیں کی جا سکتی۔

آخر میں جناب غلام محمد خاں لونڈ خور کا ایک ارشاد بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اس طرح شاید کہ نکل جائے تمہارے دل سے بری بات:

"احرار کے نقطہ نگاہ سے لوگوں کو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ان کے اخلاص، ان کے ایثار، ان کی قربانی، ان کی جرأت، اوران کی حُب الوطنی پر کوئی شخص انگلی نہیں اُٹھا سکتا سوائے ان لوگوں کے جنہیں ان سے ذاتی بغض ہو یا جو لوگ اپنی سیاسی نامرادیوں کو چھپانے کے لئے ان کے خلاف زبان درازی اپنا سیاسی مذہب سمجھتے ہیں۔ (بحوالہ ہفت روزہ چٹان لاہور ۷ اجنوری ۱۹۶۶ء)

آپ بھی ضرور تاریخ کے اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر اپنے متعلق خود فیصلہ صادر فرمائیں۔ بہرحال ہمیں بھی اپنے اس دفاعی بیان کی تلخی کا زبردست احساس ہے مگر اس تلخی کی کامل و مکمل ذمہ داری جماعت اسلامی کے دانشوروں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے خواہ مخواہ سابقہ بھولے ہوئے اختلافات کی تجدید کر کے ہمارے خفتہ جذبات کو پھر مجروح کیا۔ تاریخ کا مذاق اڑایا اور نوبت بایں جارسید کہ تاریخ کہ اس آئینہ کی گرد ہمیں صاف کرنی پڑی یہ اسی تاریخ کا شفاف آئینہ ہے جو ہم نے جماعت اسلامی کے دانشوروں کے سامنے کر دیا ہے۔ کہ شاید اب بھی ان حضرات کو اپنی تاریخی غلطی کا احساس ہو جائے ویسے ان صالحین حضرات کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے زندگی کے کسی دور میں بھی اپنی غلطی کو تسلیم کرنے سے انکار ہی کیا ہے۔ سچ ہے کہ:

آئینہ دیکھ کر محو حیرت رہ گئے
صاحب کو اپنے حُسن پہ کتنا غرور تھا

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لندن)

امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ اور حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہم

حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے اختلافات کی بدولت حضرت معاویہؓ کے بارے میں کسی کی کچھ بھی رائے ہو مگر ایک بات سے انکار کسی انصاف پسند کے لئے ممکن نہیں ہے کہ انکے اندر عرب سرداری کی اعلیٰ ترین خصوصیات تھیں۔ ایک طرف وہ اپنے زمانے کی عرب (۱) دنیا کے پانچ دور اندیشوں اور دیدہ وروں (دھاۃ عرب) میں سے ایک مانے جاتے تھے۔ اور انہوں نے ثابت کر دیا کہ ان پانچ میں وہ سب سے بڑھ کر تھے۔ دوسری طرف سخاوت اور حلم کے بادشاہ، داد و دہش میں ہاتھ نہیں رکتا تھا اور بُردباری کی انتہا نہیں تھی۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ کی ان صفات نے تفرقے کی خلیجوں کو پاٹنے اور اس زمانے کی تلخ یادوں کو بھلانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ان کا بیس سالہ دور حکومت (۴۱ھ تا ۶۰ھ) بڑے امن عافیت اور مسلمانوں کی یک جہتی کے ساتھ گزر گیا۔ اور مسلمان آپس کی جنگ سے چھٹی پا کر اُن محاذوں کی طرف واپس چلے گئے جہاں وہ دشمنانِ اسلام کے ساتھ مصروفِ جنگ ہوتے اور نئی نئی فتوحات حاصل کرتے تھے۔ ابنِ کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا:-

"خلافت عمری اور خلافت عثمانی میں حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں شامی محاذ پر جہاد اور فتوحات کا جو شاندار سلسلہ چلتا رہا تھا وہ اس وقت بالکل رک گیا جب اُن کے اور حضرت علیؓ کے درمیان معرکوں کا دور چلا۔ ان دنوں میں نہ ان کے ہاتھ پر کوئی نئی فتح ہوئی نہ اُن کے ہاتھ پر-------- حتیٰ کہ حضرت حسنؓ کے ساتھ صلح ہوئی اور حضرت معاویہؓ کی خلافت پر جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ۴۱ھ میں پوری اسلامی دنیا نے اتفاق کر لیا۔ اُس وقت سے لے کر اپنے سنِ وفات (۶۰ھ) تک وہ بے غل و غش حکمراں رہے۔ اس شان کے ساتھ کہ دشمن کی سرزمین پر جہاد ہو رہا ہے۔ حق کا پرچم بلند ہے۔ چاروں طرف سے مالِ غنیمت آ رہا ہے اور مسلمان اُن کے ساتھ آرام، انصاف اور عفو و درگزر کی فضا میں رہ رہے ہیں"۔ ۲

شیعہ علماء و مصنفین پر افسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے معاویہؓ دشمنی میں حضرت معاویہؓ کی مسلمہ صفات، حلم، سخاوت و سماحت اور اُن پر مبنی تاریخی حقائق کو بھی جھٹلانے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ یہاں تک کہہ دیا کہ انہوں نے تو وعدے بھی پورے نہیں کئے جو حضرت حسنؓ تو حضرت حسن، کے ساتھ شرائط صلح کے طور پر طے ہوئے تھے۔ حالانکہ اُنکا معاملہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ کے ساتھ بھی اس حد تک حسنِ سلوک اور رواداری کا تھا کہ اعلیٰ درجے کے حلم، تدبر اور کریم النفسی کے بغیر اُس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے لئے خود انہیں حضرات کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ یمن سے دمشق کو ایک سرکاری قافلہ بہت سا قیمتی سامان مثلاً یمنی چادریں، عنبر اور دیگر خوشبوئیات لے کر حسب معمول مدینے سے گزر رہا تھا۔ حضرت حسینؓ نے روک کر اُس کا تمام

مال اُتروا لیا اور حضرت معاویہؓ کو یہ خط لکھ کر بھیج دیا کہ "ایسا ایسا قافلہ جو دمشق میں تمہارے خزانے بھرنے اور تمہارے باپ کی اولاد کا سامان عیش بننے کے لئے جا رہا تھا میں نے اُسے روک کر اس کا مال لے لیا ہے کیونکہ مجھے ضرورت تھی" ہم یقین نہیں کر سکتے کہ حضرت حسینؓ نے ایسی نامناسب زبان اپنے خط میں استعمال فرمائی ہو گی۔ گمان غالب ہے کہ خط کو یہ زبان ان حضرات کی عطا کردہ ہے جو اس بات کے روادار نہیں کہ حضرت حسینؓ کو حضرت معاویہؓ کے ساتھ اس سے بہتر زبان میں مخاطب ہوتا ہوا دیکھیں۔ بہر حال ان حضرات کی روایت کے مطابق یہ خط حضرت حسینؓ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا۔ اب دیکھئے کہ اس کا کیا اور کس انداز کا جواب حضرت معاویہؓ نے انہی حضرات کی روایت کے مطابق دیا:۔

"اللہ کے بندے معاویہ کی طرف سے حُسین بن علی کے نام۔ تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ یمن سے آتا ہوا قافلہ روک کر اُس کا سامان تم نے لے لیا ہے۔ لیکن تمہیں یہ چاہیئے نہیں تھا جبکہ وہ میرے نام سے آرہا تھا۔ کیونکہ یہ حق صاحب حکومت (والی) کا ہے کہ مال اس کے ہاتھ میں آوے اور پھر وہی اس کو تقسیم کرے۔ اللہ جانتا ہے کہ اگر تم اس کو میرے پاس آنے دیتے تو میں اُس سے تمہارا حصہ دینے میں کوئی کمی نہ کرتا۔ لیکن بھتیجے! بات یہ ہے کہ تمہارے دماغ میں ذرا تیزی ہے۔ کاش کہ یہ بس میرے ہی زمانے تک رہے۔ کیونکہ میں تمہاری قدر و قیمت جانتا ہوں۔ اور ایسی باتوں سے در گزر کر لیتا ہوں۔ ڈر لگتا ہے کہ (بعد میں) تمہارا واسطہ کسی ایسے سے نہ پڑ جائے جو تمہیں کوئی چھوٹ دینے کو تیار نہ ہو"۔ ۴

اس چھوٹی سی خط و کتابت سے کیا کیا بات ثابت ہوتی ہے۔ اس وقت اس سب کے احاطہ کا موقع نہیں۔ صرف اتنی بات یہاں کہنا مقصود ہے کہ حضرت معاویہؓ کا یہ جواب دیکھ کر کسی ادنیٰ انصاف پسند کے لئے شبہ کی بھی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ حضرات حسنین کے ساتھ پاس و لحاظ اور کریم النفسی کے سوا کوئی دوسرا معاملہ کرتے ہوں گے چہ جائیکہ وہ وعدے بھی پورے نہ کریں جس پر حضرت حسنؓ نے خلافت کی جنگ سے دستبرداری دی تھی۔

یہ دعویٰ (یا کہیئے کہ حضرت معاویہؓ پر بد عہدی کا الزام) یوں تو شیعہ حضرات کے یہاں عام ہے لیکن بہت تعجب اُس وقت ہوا جب اس مضمون کی تیاری کے سلسلے میں لکھنؤ کے شیعہ عالم جناب سید علی نقی (المعروف بہ نقن صاحب) کی تصنیف "شہید انسانیت" دیکھتے ہوئے اس دعویٰ کی دلیل میں تاریخ طبری کا حوالہ نظر سے گزرا یہ حوالہ جلد ۶ ص ۹۳ کا ہے۔ (۵) طبریٰ کے اس مقام پر واقعتہً یہ الفاظ پائے جاتے ہیں کہ:

"فلم ينفذ للحسن عليه السلام من الشروط شيئاً"

جن کا ترجمہ اگر کوئی چاہے تو بے شک ان الفاظ میں کر سکتا ہے کہ: "جتنی شرطیں کی گئیں تھیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی پوری نہیں کی گئی۔ لیکن اہلِ علم سے بعید ہے کہ وہ طبری کے اس جملے کا حوالہ اس مقصد کے لئے دیں کیونکہ اسی تاریخ طبری میں ایک صفحہ پہلے ص ۹۲ پر گزر چکا ہے کہ:۔

وقد صالح الحسن معاويته علىٰ ان جعل له ما فى بيت ماله و خراج داراً بجرد وعلىٰ ان لا يُشتم علی وهو يسمع فاخذ ما فى بيت ماله بالكوفته وكان فيه خمسته آلاف الف۔

"اور حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح اس شرط پر کی تھی کہ کوفے کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ اُن کا ہو گا نیز دار البجرد کا خراج[٦] ان کو ملا کرے گا اور ان کے سامنے حضرت علیؓ پر سب و شتم نہیں ہوا کرے گا پس انہوں نے وہ تمام رقم لے لی جو کوفے کے بیت المال میں تھی اور وہ پانچ کروڑ تھی۔"

اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ کوئی ایک شرط بھی پوری نہیں کی گئی۔

ایک صفحہ آگے چل کر یعنی ص ۹۳ پر طبری نے جن شرائط کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ پوری نہیں کی گئیں اُن کا قصہ دوسرا تھا۔ وہ یہ تھا کہ یہ شرائط جن کا اوپر ذکر آیا یہ تو وہ تھیں جو حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کی خواہش کرتے ہوئے ان کو لکھ کر بھیجی تھیں۔ ادھر حضرت معاویہؓ خود نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے درمیان کشت و خون کا سلسلہ چلتا رہے۔ چنانچہ قبل اس کے کہ حضرت حسن کا مراسلہ ان تک پہنچے انہوں نے خود دو آدمی ایک سادہ کاغذ پر دستخط کر کے اس پیغام کے ساتھ بھیجے تھے کہ حسنؓ جو شرائط صلح چاہیں اس کاغذ پر لکھ دیں۔ مجھے منظور ہیں۔ چنانچہ حضرت حسنؓ نے اس کاغذ پر کچھ نئے شرائط بڑھا کر لکھ دیئے۔ یہ تھے وہ شرائط جن کے بارے میں طبری کی ص ۹۳ کی روایت بتا رہی ہے کہ:۔

فاختلفا فی ذالک فلم یُنفذ للحسن علیہ السلام۔ الخ

"ان شرائط کے بارے میں اختلاف ہوا اور ان میں سے کوئی شرط حضرت معاویہ نے پوری نہیں کی"۔

مولانا نقن صاحب نے اس پورے قصے کو قلم انداز فرما دیا۔ اور افسوس ہے کہ اسی ایک جگہ نہیں اور بھی بہت سی جگہوں پر موصوف نے اسی طرح کا معاملہ شیعہ مزعومات کو نباہنے کے لئے اپنی اس تصنیف میں کیا ہے جن میں سے بعض کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

بہرحال شرائط صلح پورے نہ کئے جانے کی بات بڑی ہی زیادتی ہے ایک شرط کے بالکل نقد ایفاء کا ذکر تو طبری کی مذکورہ بالا روایت میں آگیا۔ دوسری شرط دار البجرد کا خراج اس کے بارے میں طبری کے اندر کوئی مزید روایت نہیں ملتی۔ لیکن دوسرے ذرائع مثلاً ابن اثیر کی تاریخ کامل اور ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دار البجرد جس کا تعلق بصرہ کے مرکز سے تھا اس کے خراج والی شرط پر بصرہ کے لوگ معترض ہوئے کہ یہ خراج تو ہمارا حق ہے یہ کسی اور کو نہیں دیا جانا چاہیئے۔ ابن اثیر نے بس اتنی ہی بات بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے لیکن ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس کے بدلے میں ان کو سالانہ ہر چھے ہزار کے بدلے میں ایک ہزار دینا منظور کیا جو حضرت حسنؓ اپنے حسین جبن حیات دمشق کے سالانہ سفر میں علاوہ دیگر عطیات و تحائف کے وصول فرماتے رہے۔[٧] رہی تیسری شرط کہ (کم از کم) حضرت حسنؓ کی موجودگی میں حضرت علیؓ پر سب و شتم نہ کیا جائے۔ اس کے بارے میں ابن اثیر کا بیان ہے کہ یہ شرط پوری نہیں کی گئی[٨] اور تنہا یہ ایک بیان اس بات کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے کہ ابنِ اثیر بھی اُنہی مورخین میں سے ہیں جن پر حضرت علی، حسن و حسین (رضی اللہ عنہم) اور حضرت معاویہؓ و یزید کے درمیان والے معاملات میں آنکھ بند کر کے اعتماد نہیں کیا جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بیان اگر صداقت پر محمول کر لیا جائے تو ہمیں یہ ماننے کے لئے تیار ہونا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) حضرت حسنؓ کو غیرت اور

عزت نفس کی کوئی ادنیٰ مقدار بھی دربارِ حق تعالیٰ سے عطا نہیں ہوئی تھی۔ ان کے والد ماجد کو حضرت معاویہؓ اور ان کے لوگ منہ پر برا بھلا کہتے تھے۔ اور حضرت حسنؓ اس کے باوجود کبھی ایک حرف شکایت بھی منہ پر لائے بغیر ہر سال دمشق جا کر مقررہ وظائف و تحائف انہی حضرت معاویہؓ کے ہاتھ سے وصول کیا کرتے تھے کیسے ممکن ہے کہ اتنی نامناسب بات، جو شرائط صلح کے بھی خلاف تھی۔ حضرت معاویہؓ اور ان کے حکام کے طرزِ عمل میں شامل رہے اور حضرت حسنؓ ۹-۱۰ سال تک اسے خاموشی سے برداشت ہی نہ کرتے رہیں بلکہ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں سالانہ حاضری بھی دیتے رہیں اور اُن سے تحائف و وظائف لینا گوارا کرتے رہیں؟

ابن اثیر ہی نے دارالبجرد کے خراج کے سلسلے میں اہلِ بصرہ کے اعتراض کی بابت یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس میں خود حضرت معاویہؓ کا اشارہ بھی شامل تھا مگر اسکا کوئی ثبوت؟ نہ ثبوت ہے نہ حوالہ۔ حالانکہ اگر اس بیان میں کچھ واقعیت ہوتی تو نہ تو یہ ممکن تھا کہ حضرت حسنؓ کو مصالحت کے وقت سے لے کر اپنی وفات تک (۹-۱۰ سال کے عرصے میں) اس کا پتہ نہ چلتا جبکہ بصرہ بھی کوفے کی طرح آپ کی اور آپ کے والد ماجد کی عمل داری کا حصہ رہا تھا اور نہ ہی یہ بات قابلِ تصور ہے کہ سب کچھ جانتے بوجھتے آپ چھ ہزار سالانہ کی جگہ ایک ہزار سالانہ پر خاموشی سے راضی رہتے۔ اور حضرت حسنؓ کے بارے میں اگر کسی طرح اُنکی نرم طبعیت وغیرہ کے حوالے سے شرائط صلح کی یہ سب مبینہ کھلی اور چھپی خلاف ورزیاں قابلِ تحمل بھی مان لی جائیں تو حضرت حسینؓ کے بارے میں یہ تصور قطعی طور پر ناقابلِ قبول ہے۔ اُن کا مزاج بالکل مختلف تھا۔ وہ سرے سے صلح کے ہی روادار نہ تھے بس حضرت حسنؓ کے فیصلے سے مجبور ہو گئے تھے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ:۔

"جب خلافت حضرت حسنؓ کے ہاتھ میں آئی اور انہوں نے مصالحت کا فیصلہ کیا تو حضرت حسینؓ کو یہ فیصلہ بہت شاق گزرا۔ وہ اپنے بھائی کی رائے کو بالکل صحیح نہیں سمجھتے تھے اور مُصر تھے کہ اہلِ شام سے قتال جاری رہے۔ (اُن کا اصرار اور صلح کی مخالفت یہاں تک تھی کہ) حضرت حسنؓ کو کہنا پڑا کہ میں سوچتا ہوں کہ تمہیں گھر میں بند کر دوں اور جب تک مصالحت کی کارروائی سے پوری طرح فارغ نہ ہو جاؤں باہر نہ نکالوں"۔ [۱۰]

ایک روایت میں اس اختلاف رائے کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسینؓ نے صلح کی بات سن کر حضرت حسنؓ سے کہا کہ "میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اپنے باپ کو جھوٹا اور معاویہؓ کو سچا مت ٹھہرایئے اس پر حضرت حسنؓ نے یہ کہہ کر اُن کو خاموش کیا کہ میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔" [۱۱]

الغرض حضرت حسینؓ کا مزاج بالکل مختلف تھا۔ اُن کے لئے کسی بھی طرح نہیں سوچا جاسکتا کہ وہ ایسے حالات و معاملات کے ہوتے ہوئے حضرت معاویہ کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنا گوارا کر سکتے تھے۔ حالانکہ اسی البدایہ و النہایہ میں مذکورہ بالا بیان کے بعد مذکور ہے کہ:۔

"حسنؓ کا یہ رویہ دیکھ کر حسینؓ نے خاموشی اور موافقت اختیار کر لی اور پھر جب خلافت کی باگ ڈور پوری طرح معاویہؓ کے ہاتھ میں آگئی تو اپنے بھائی حسنؓ کے ساتھ حسینؓ بھی معاویہؓ کے پاس آتے جاتے تھے اور معاویہ دونوں کا غیر معمولی اکرام فرماتے تھے۔ مرحباً و اہلاً سے استقبال فرماتے اور بڑے بڑے عطیات دیتے"۔ [۱۲]

حتیٰ کہ حضرت حسنؓ کا انتقال (۵۰ھ میں) ہو گیا تب بھی حضرت حسینؓ نے حضرت معاویہؓ کے پاس سالانہ

تشریف بری کا معمول تن تنہا ہی قائم رکھا"۔[13]

الغرض حضرت معاویہؓ اور حضرات حسنینؓ کے درمیان جو حُسن تعلق کی صورت اور بالخصوص حضرت معاویہؓ کی طرف سے اکرام وعطا کی جو روش ان کی خلافت کے پورے عرصے میں برقرار رہی وہ نہ صرف اس الزام کی قطعی تردید کرتی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے شرائط صلح کا احترام نہیں کیا تھا بلکہ اُن بیانات کے لئے ایک تصدیق بھی فراہم کرتی ہے جو حضرت معاویہؓ کے حلم وعفو اور داد ودہش کے غیر معمولی اوصاف کے سلسلے میں مورخین کے یہاں ملتے ہیں۔[14]

اہلِ کوفہ:۔

حضرت معاویہؓ کا بیس سالہ پُرامن وپُرسکون دور ختم ہوتے ہی واقعۂ کربلا جیسا سانحہ وجود میں آگیا۔ اسی تحقیق کے سلسلے میں اہلِ کوفہ کے مزاج وکردار کی خصوصیات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔

کوفہ کی بنیاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت سعد بن وقاصؓ کے ہاتھوں سے پڑی تھی۔ وہ مختلف عرب قبائل جو عراق کے محاذ پر مصروف جہاد تھے۔ انہی کے خاندانوں سے یہ نیا شہر آباد کیا گیا اور اس طرح یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی چھاؤنی اور اُن کی جنگی طاقت کا مرکز بن گیا لیکن اس خصوصیت کے ساتھ اس شہر کی یہ خصوصیت بھی رہی کہ اس کے شہریوں میں بڑی تلون مزاجی اور بے سرے پن کی سی کیفیت پائی جاتی تھی۔ اپنے حکام سے بے حد جلدی ناراض ہوجاتے اور مرکز سے شکایتیں کر کے نئے حاکم کا مطالبہ کرنے لگتے تھے۔ یہ حال حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں رہا۔ حضرت علیؓ کا زمانہ آیا تو آپ نے مدینہ چھوڑ کر اسی شہر کوفہ کو مرکز خلافت بنایا اور یہیں کے لوگوں پر اُن کی طاقت کا اصل انحصار ٹھہرا۔ مگر ایک سال بھی نہیں گزرنے پایا کہ اُن کی تلون مزاجی، انتشار پسندی اور بے استقامی ایسا رنگ دکھانے لگی کہ حضرت علیؓ نے اپنا باقی وقت اُن کے ساتھ رو رو کر پورا کیا۔ آپ کے اُس دور کے خطبوں میں بار بار ایسے جملے ملتے ہیں کہ: "سب سے بڑا دھوکہ کھانے والا وہ ہے جس نے تم پر اعتماد کر لیا"۔

ایک خطبہ میں ہے:۔

ایها الفرقة التی اذا امرتُ لم تطع واذا دعوت لم تجب ان أمهلتم خضتم وان حوربتم خرتم وان اجتمع الناس علی امام طعنتم۔۔۔ لا ابالغیر کم۔[15]

"اے وہ گروہ کہ جب بھی میں نے کسی بات کا حکم دیا اُس نے نافرمانی کی اور جب کسی کام کی طرف بلایا لبیک نہ کہی۔ ذرا مہلت مل جاتی ہے تو فضولیات میں لگ جاتے ہو۔ اور جب دشمن حملہ آور ہو تو بزدلی دکھاتے ہو۔ اور جب لوگ کسی امام پر جمع ہوجائیں تو تم کیڑے نکالتے ہو۔ ہائے افسوس تم پر"۔

یہی لوگ تھے کہ حضرت علیؓ کی زندگی میں جنگ سے جی چراتے اور آپ کے احکام سے سرتابی کرتے رہے اور جب حضرت حسنؓ نے مصالحت کی تو اُن کے خیمے پہ حملہ کر دیا۔ سامان بھی لوٹا اور زخم بھی لگایا۔[16] ظاہر ہے کہ ان لوگوں کا حضرت معاویہؓ کے ساتھ کیسے گزارا ہوسکتا تھا۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ کے حلم نے اگر کہیں جواب دیا تو یہ

کوفے والوں ہی کے ساتھ ہوا۔

الغرض اس امن و امان اور اسلامی جمعیت کی بحالی کے دور میں اگر کہیں سے کچھ خلفشار پیدا کرنے کی خواہش اور جستجو ہوتی رہی تو وہ کوفے ہی کی سرزمین سے تھی۔ حضرت حسینؓ کے متعلق ان لوگوں کو معلوم تھا کہ وہ مصالحت سے خوش نہ تھے۔ بس حضرت حسنؓ کے دباؤ سے مجبور ہو گئے تھے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں اوپر تاریخی بیان گزر چکا ہے۔ حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد ان لوگوں نے سمجھا کہ اب حضرت حسینؓ کو آمادۂ جنگ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ البدایہ والنہایہ کی روایت کے مطابق:۔

وقدم المسیب بن عتبہ الفزاری فی عدۃ معہ الحسین بعد وفاۃ الحسن فدعوہ الی خلع معاویہ۔ [۱۷]

"مسیب بن عتبہ فزاری حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد مع اور کئی آدمیوں کے حضرت حسینؓ کے پاس آیا اور ان لوگوں نے آپ کو حضرت معاویہؓ کی بیعت توڑنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔"

پھر یزید کے لئے ولی عہدی کی بیعت کا قصہ کھڑا ہوا۔ تب ان لوگوں نے از سرِ نو یہی کوشش کی۔

لما بایع الناس معاویۃ لیزید کان حسین ممن لم یبایع لہ وکان اھل الکوفۃ یکتبون الیہ یدعونہ الی الخروج الیھم فی خلافۃ معاویۃ۔ [۱۸]

"جب لوگوں نے (عام طور پر) یزید کے لئے حضرت معاویہؓ سے بیعت کر لی تو حضرت حسینؓ ان لوگوں میں تھے جنھوں نے نہیں کی اور (اسی بنا پر) اہلِ کوفہ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں حضرت حسین کو لکھتے رہے تھے کہ (مدینے سے نکل کر) ان کے پاس آجائیں"۔

آگے ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

کل ذالک یأبی علیھم [۱۹]

"حضرت حسینؓ نے ہر بار ہی ان کی اس بات کو قبول کرنے سے انکار کیا"۔

حضرت حسینؓ کی رائے:۔

لیکن حضرت حسینؓ کے اس انکار سے یہ سمجھ لینے کی گنجائش نہیں ہے کہ آپ کی اُس رائے میں تبدیلی آ گئی تھی۔ جس رائے کی بناء پر آپ نے اپنے برادر بزرگ حضرت حسنؓ کی صالحت پسندی سے اختلاف فرمایا تھا۔ بلکہ دوسرے تاریخی بیانات کی روشنی میں نظر آتا ہے کہ آپ کی رائے میں تو کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ البتہ جو بیعت آپ حضرت حسنؓ کے ساتھ حضرت معاویہؓ سے کر چکے تھے یا تو اس کا احترام آپ کو کسی ایسے اقدام سے مانع تھا جس کی طرف اہلِ کوفہ بلاتے تھے۔ یا مصلحت نہیں معلوم ہوتی تھی کہ ایسا اقدام کیا جائے۔ تاریخ کے بیانات سے دونوں ہی امکانات سامنے آتے ہیں۔ البدایہ والنہایہ میں ہے کہ جب کوفیوں نے حضرت حسینؓ کے پاس فتنہ انگیز آمد و رفت شروع کی تو مدینے کے گورنر حضرت مروانؓ نے حضرت معاویہؓ کو اس کی اطلاع دیتے ہوئے خطرات کی پیش بندی کی طرف توجہ دلائی۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے حضرت حسینؓ کو لکھا کہ:۔

ان من اعطی اللہ صفقتہ یمینہ وعھدہ لجدیر بالوفاء وقد انبئت ان قوماً من اھل الکوفہ

قد دعوک ولی الشقاق اهل العراق من قد جربت قد افسداً و علیٰ ابیک و اخیک فاتق الله واذکر المیثاق فانک متی تکدنی اکدک۔[۲۰]

"جس شخص نے اللہ کو قول و قرار دیا ہو اس کو لائق ہے کہ وفائے عہد کرے۔ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ کوفے کے کچھ لوگوں نے تمہیں فتنہ آرائی کی دعوت دی ہے حالانکہ یہ اہلِ عراق وہ ہیں جن کو تم خوب جانتے ہو کہ انہوں نے تمہارے باپ اور بھائی کو کس فساد میں ڈالا پس اللہ سے ڈرو، عہد یاد رکھو اور یہ کہ اگر تم نے میرے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو میں بھی اٹھاؤں گا۔"

اس خط پر حضرت حسینؓ کا جواب یہ نقل کیا گیا ہے کہ:۔

اتانی کتابک وانا بغیر الذی بلغک عنی جدیر والحسنات لا یهدی لها الا الله وما اردت لک محاربۃً ولا علیک خلافاً وما اظن لی عندالله عذراً فی ترک جهادک وما اعلم فتنۃً اعظم من ولایتک امر هذاه الأمتہ۔[۲۱]

"میرے متعلق معلوم ہوا ہے اور بس اللہ کا فضل ہے کہ جس کے سوا نیکیوں کی ہدایت دینے والا اور کوئی نہیں۔ میں تمہارے خلاف کسی محاذ آرائی اور مخالفت کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں۔ اگرچہ میں نہیں جانتا کہ تمہارے خلاف جہاد نہ کرنے کے لئے میرے پاس اللہ کے سامنے کیا عذر ہو گا۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر فتنہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں اس امت کی سربراہی ہو۔"

اس جواب کے سخت لہجے کے باوجود یہی اندازہ ہوتا ہے۔ خاص کر پہلے فقرے کی روشنی میں کہ حضرت حسینؓ کے لئے اصلاً یہی بیعت مانع تھی۔ اور اس کو توڑ ڈالنے کا خیال آپ نے اپنے آپ سے بعید اور اپنے لئے نازیبا قرار دیا تھا۔ لیکن کوئی شخص آخری فقروں کا سہارا لے کر کہنا چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ بیعت کا خیال مانع نہیں تھا بلکہ بات مصلحت وقت کی تھی جو مانع ہو رہی تھی۔ یعنی حضرت معاویہؓ کے اقتدار کے استحکام کو دیکھتے ہوئے کسی مخالف اقدام کی کامیابی کا امکان نظر نہیں آتا تھا۔ اور شیعہ حضرات یہی کہتے ہیں کیونکہ وہ تو سرے سے بیعت ہی کا انکار کرنا چاہتے ہیں۔ حیاۃ الامام الحسین (عربی) جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ کے شیعہ مصنف باقر شریف القرشی لکھتے ہیں کہ:۔

ولم یکن من رائی الامام الخروج علیٰ معاویتہ وذالک لعلمہ بفشل الثورة وعدم نجاحها۔[۲۲]

"امام (حسینؓ) کی رائے میں معاویہ کے خلاف خروج مناسب نہیں تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کامیابی نہیں ہو گی۔"

اس کے بعد الاخبار الطوال (ص ۲۰۳) اور انساب الاشراف (ج اق ا) کے حوالے سے آپ کا یہ خط بھی نقل کیا ہے جو اہلِ کوفہ کی طرف سے خروج کی دعوت کے جواب میں لکھا گیا تھا:۔

------ واما انافلیس رائی الیوم ذالک، فالصقوارحمکم الله بالارض واکمنوافی البیوت واحترسو امن الظنہ مادام معاویتہ حیاً فان یحدث الله بہ حدثاً وانا حی کتبت الیکم برائیی۔[۲۳]

"اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو فی الحال میری رائے اس کی (خروج کی) نہیں ہے۔ پس تم لوگ جب تک کہ معاویہ زندہ ہیں زمین سے چپکے رہو۔ گھروں میں قرار پکڑو اور کسی طرح کے شک و شبہ کا ماحول مت پیدا کرو۔ ہاں اگر معاویہ کو کچھ ہو گیا اور میں اُس وقت زندہ ہوا تو میں تمہیں اپنی رائے سے آگاہ کروں گا۔"

اس خط کا انداز بظاہر اُن لوگوں کی تائید میں جارہا ہے جو سمجھتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کا عدم خروج بر بنائے حالات و احتیاط تھا۔ نہ کہ اُس بیعت کے احترام میں جو آپ نے حضرت حسنؓ کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر کی تھی۔

بہر حال جو بھی واقعہ ہو اس بات میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت حسینؓ کا یہ رویہ بس حضرت معاویہؓ کی زندگی تک کے لئے تھا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے بعد کے لئے جب بطور ولی عہد اپنے بیٹے یزید کا تقرر کیا اور چاہا کہ لوگ اسے قبول کر لیں تو حضرت حسینؓ کا اس کو قبول کرنے اور یزید کے بطور ولی عہد بیعت کرنے سے انکار اسی بات کی ایک علامت تھی کہ وہ اپنے آپ کو آئندہ کسی اقدام کے لئے آزاد رکھنا چاہتے تھے۔ اور اس میں کچھ نہ کچھ دخل کوفیوں کا بلاشبہ تھا۔

حاشیے

۱۔ باقی چار کے نام ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ، قیس بن سعد اور عبداللہ بن بُدیل ان میں سے (۱) حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ (۲) غیر جانبدار (۳) (۴) حضرت علیؓ کے ساتھ طبری ج ۳ جزو ۲ ص ۹۳۔

۲۔ البدیتہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۹۔

۳۔ حیات الامام حسین بن علیؓ۔ از باقر شریف القرشی مطبوعتہ مؤسستہ الوفاء بیروت ج ۲ ص ۲۳۲ نیز مقتل الحسین از عبدالرزاق الموسوی المقرم مطبوعہ دارالکت اسلامی بیروت حاشیہ ص ۱۷۳ بحوالہ شرح نہج البلاغہ لابن حدید ج ۴ ص ۳۲۷ طبع اول احتیاطاً خط کے عربی الفاظ کو بھی یہاں پڑھ لیجئے:۔

من الحسن بن علی الی معاویة بن ابی سفیان امام بعد: فان عیراً مرت بنامن الیمن تحمل مالاً وحللاً و عنبراً وطیباً الیک، لتودعها خزائن دمشق وتعل بها بعد النهل بنی ابیک، وانی احتجت الیها فاخذتها۔" والسلام۔

۴۔ حوالہ سابق۔

۵۔ شہید انسانیت ص ۲۴۔ ۲۳ سید العلماء اکادی لکھنؤ۔

۶۔ شہر کا نام ہے۔ سیر الصحابہ مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ میں اسی شہر کا نام اہواز لکھا گیا ہے۔

۷۔ فعوضه معاوية عن كل سنته آلاف الف درهم فی کل عام فلم یزل یتناول مع ماله فی کل زیارة من الجوائزو التحف الی ان توفی۔

البدایتہ والنہایتہ ج ۸ ص ۴۵ (اس عبارت کے مذکورہ بالا ترجمے پر مجھے پورا اطمینان نہیں ہے۔ احتیاط کا پہلو رکھ کر وہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ ع)

۸- ج ۳ ص ۲۰۳ مطبوعہ دالفکر بیروت ۱۹۸۷ء-
۹- صلح ۴۱ھ میں ہوئی اور حضرت حسنؓ کی وفات ۵۰ھ میں-
۱۰- البدیۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۶۳-
۱۱- ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۳-
۱۲- البدایۃ النہایۃ ج ۸ ص ۱۶۳-
۱۳- ولما توفی الحسن کان الحسین یفدالی معاویہ فی کل عام فیعطیہ ویکرمہ
حوالہ سابق-
۱۴- مثلاً حضرت علیؓ کے دست راست حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے جو طبری نے نقل کیا ہے کہ "میں نے حکومت کے لئے معاویہؓ سے بڑھ کر موزوں آدمی نہیں دیکھا کہ لوگوں کے ساتھ بے حد کشادہ دلی کا برتاؤ کرتے تھے"۔ (ج ۲ ص ۱۸۸) یا خود حضرت معاویہؓ کا قول اپنے بارے میں جو حلم و عفو کی ایک آزمائش کے موقع پر ان کی زبان پر آیا کہ "مجھے گوارا نہیں کہ کوئی خطا میرے عفو سے بڑھ جائے۔ اور کوئی جہالت میرے حلم سے یا کسی کی کوئی کمزوری ایسی بھی ہو جائے جس کی میں پردہ داری نہ کر سکوں۔ اور کسی کی بد سلوکی ایسی جس کا جواب میں حسنِ سلوک سے نہ دے سکوں"۔ (ایضاً ص ۱۸۷) ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ ج ۸ میں پورے ایک صفحے (۱۴۸) پر حضرت معاویہؓ کے انہی اوصاف میں متعدد بیانات اور واقعات نقل کئے ہیں اور اپنے طور پر ان الفاظ میں ان کی ثناء بیان کی ہے کہ: یعنی
انہ کان جید السیرۃ حسن التجاوز جمیل العفو کثیر الستررحمہ اللہ۔
مختصر یہ کہ وہ عمدہ سیرت کے مالک، نہایت اعلیٰ عفو و درگزر کرنے والے اور عیوب کی بہت ہی پردہ داری کرنے والے تھے۔ (ج ۸ ص ۱۲۷)
۱۵- نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۰۰ (دارالمعرفۃ)-
۱۶- طبری ج ۶ ص ۹۳ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۳-
۱۷- ج ۸ ص ۱۷۵-
۱۸- البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۷۵-
۱۹- ایضاً-
۲۰- ج ۸ ص ۱۷۵-
۲۱- ایضاً
۲۲- حیاۃ الامام حسین ج ۲ ص ۲۳۰-
۲۳- حیاۃ الامام حسین ج ۲ ص ۲۳۰-

شہید غیرت سیدنا حسینؓ

مولا مرشد پیر حسین
غیرت دی تصویر حسین
ڈاہڈیاں دے . لئی رب دا قہر
مظلوماں دا ویر حسین
وڈی سرگی آون والے
خواباں دی تعبیر حسین
ستے عزم جگاون دے لئی
نعرۂ تکبیر حسین
ڈگیاں ڈھٹیاں لوکاں تائیں
دتی اے توقیر حسین
سچ دی راہ وچ پورا ہویا
بے نفساں دا میر حسین
جام شہادت پیون والا
رانجھن یار شبیر حسین

پروفیسر محمد عباس نجمی لاہور

مولانا محمد وارث کامل مرحوم

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

مولانا محمد وارث کامل مرحوم کہنہ مشق لکھاری تھے۔ اُنہوں نے بے شمار موضوعات پر لکھا اور بے پناہ لکھا۔ زیرِ نظر مضمون اگرچہ مطبوعہ ہے مگر اس کی افادیت ہمیشہ کے لئے ہے۔
ہمارے کرم فرما محترم عزیز الرحمٰن لدھیانوی بن ایم عبدالرحمٰن لدھیانوی مرحوم (شیخوپورہ) نے اسے نقل کر کے افادہ عام کے لئے نقیبِ ختمِ نبوت میں اشاعت کی غرض سے ارسال کیا ہے۔ جس کے لئے ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔ (ادارہ)

نام و نسب

آپ کا اسم شریف عبادہ۔ کنیت ابوالولید۔ خاندان سالم سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خاندان بھی قبیلہ خزرج کی کڑی بیان کیا جاتا ہے۔ (ابن سعد ج ۳ ق ۲ ص ۹۳)

پورا نسب نامہ یہ ہے۔ عبادہ بن صامت بن قیس بن احرم بن فہر بن قیس بن ثعلبہ بن نحم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج۔ (ایضاً)

آپ کی والدہ کا نام قرۃ العین تھا۔ اور یہ عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان کی دختر نیک اختر تھیں۔ (ایضاً)

قبا سے ملحق مدینہ منورہ کے مغربی پہلو بنو سالم کا خاندان سکونت پذیر تھا۔ اس خاندان کے قلعے بھی تھے۔ جن کو اطم قواقل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبادہؓ بن صامت کا دولت خانہ بھی مدینہ سے باہر واقع تھا۔

اعلانِ اسلام:۔

اُٹھتی جوانی کے عالم میں مکہ سے اسلام کی قدوسی صدائیں سُنیں۔ آپ نے عقبہ اولیٰ میں چھے انصار کی معیت میں اسلام قبول کیا۔ بعض کے نزدیک عقبہ ثانی میں انکا قبولِ اسلام ثابت ہوتا ہے۔ یوں آپ اس وفد کے ہمراہ بھی مکہ معظمہ تشریف لے گئے جو ۷۲ انصار پر مشتمل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاندان قواقل کا نقیب متعین کیا تھا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۷۲) (زرقانی ج ۱ ص ۳۶۱) (مُسند احمد ج ۵ ص ۳۲۲)

بہر کیف آپ صحابہ انصار میں سلسلہ قبولِ اسلام میں اولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔

مواخات:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا برادرانہ رشتہ حضرت ابو مرثد غنویؓ کے ساتھ قائم کیا تھا۔ حضرت ابو مرثدؓ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے حلیف تھے۔ اس سے ان کی خاندانی وجاہت اور پھر اس نسبت سے عبادہ بن صامتؓ کے بلند مقام کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ (ایضاً)

تبلیغِ اسلام:۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے قبولِ اسلام کے بعد فریضہ تبلیغ بھی نہایت گرم جوشی سے ادا کیا جب آپ

اعلانِ اسلام کے بعد واپس مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے اپنی والدہ ماجدہ قرۃ العین کو اسلام کی تبلیغ کی ان کی قسمت میں یہ سعادت تھی فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔ ان کے ایک دوست کعب بن عجرہؓ تھے جو ایک سابت نامی بُت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ تو تھے ہی نشۂ اسلام میں چُور۔ ان کے گھر جا گھسے اور بُت کو چکنا چور کر دیا کعب بن عجرہؓ بجائے اس کے اپنے دوست کی زیادتی پر برہم ہوتے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ تبلیغ اسلام کا یہ کارنامہ کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک عبرت کا سبق ہے۔ ایک پرجوش صحابی جسے ابھی پوری طرح اسلامی تعلیمات سے آگاہی بھی نہ تھی محض اخلاص کے بل بوتے پر زبردست مہم سر کر لیتا ہے۔

یا اولی البصار! (زرقانی ج ۱ ص ۲۶۱)

غزوات:۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے سن ۲ھ غزوۂ بدر میں شرکت کی اور اپنی دلیری کے جوہر دکھائے۔ جب اس سال عبداللہ بن اُبی کی سازش سے بنو قینقاع کا قبیلہ سرکشی پر آمادہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شہر بدر کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ یہ کام حضرت عبادہ بن صامتؓ کے سپرد ہوا تھا۔ کیونکہ انہوں نے ان قدیم تعلقات جو حلف کی بنا پر قائم تھے ختم کر دیئے تھے۔ (۔ ابن سعد ج ۲ ص ۲۰)

حضرت عبادہ بن صامتؓ خندق اور دیگر غزواتِ عہدِ نبوت میں شریک ہوئے تھے۔ بعیت رضوان میں بھی اُن کی شمولیت پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۹۴ ج ۵ ص ۳۱۹)

عہدِ صدیقیؓ میں مہمات شام و عراق کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان میں بھی شمولیت کی سعادت سے محروم نہیں رہے۔ عہد فاروقی میں فتح مصر کا اہم واقعہ درپیش تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے امیر المومنین عمر فاروقؓ سے مزید کمک کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے چار ہزار افراد کی ایک فوج روانہ کی جس میں ایک ہزار سپاہیوں پر عبادہ بن صامتؓ افسر مقرر تھے۔ ساتھ یہ بھی تحریر کیا کہ ان افسروں میں ہر افسر ہزار اشخاص کے مساوی ہے۔ جب یہ امدادی فوج حدود مصر میں داخل ہوئی تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے سب کو مجتمع کر کے ایک تقریر کی حضرت عبادہ بن صامتؓ کو پاس بلا کر ان کے نیزے پر اپنا عمامہ نصب کیا اور کہا کہ یہ سپہ سالار کا پرچم ہے۔ آج آپ ہی سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دیں گے۔ پہلی ہی بار کے حملے میں شہر پر قبضہ کر لیا گیا۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۱۵۰)

ملکی اور سیاسی معاملات:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام میں عاملین صدقات کا تقرر کیا تھا اور ان کو عرب کے مختلف علاقوں میں روانہ فرمانے کا بندوبست کیا تھا۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کو بھی ایک مقام کا عامل مقرر کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ ہدایات دی تھیں۔ خوف خدا کرنا، کہیں ایسا نہ ہو قیامت کے روز چوپائے داد خواہی کے لئے آئیں۔ اس پر حضرت عبادہؓ نے عرض کیا قسم بخدا! میں تو دو آدمیوں پر بھی عامل بننے کی آرزو نہیں رکھتا۔ عہد فاروقیؓ میں آپ کو عہدہ قضا سپرد کیا گیا تھا۔ فلسطین کے تمام مقدمات آپ کے پاس آتے تھے۔ اُس زمانہ میں یہ علاقہ خلیفۂ راشد سیدنا امیر معاویہؓ کے زیرِ عمل تھا۔ فلسطین کی قضا کا یہ پہلا منصب تھا جو حضرت

عبادہؓ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس لئے اسے امتیازی خصوصیت کہا جاسکتا ہے۔ انہیں ایام میں امین الامۃ ابو عبیدہ بن الجراحؓ شام کے امیر تھے۔ اُنھوں نے حضرت عبادہ بن صامتؓ کو حمص میں اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ حضرت عبادہؓ نے اس قائم مقامی کے زمانہ میں لاذقیہ کی مہم سر کی۔ اس موقعہ پر آپ نے ایک خاص ایجاد کی تھی۔ اور وہ یہ کہ گہرے گڑھے کھدوائے تھے جن میں ایک سوار مع اپنے گھوڑے کے روپوش ہوسکتا تھا۔ بعد میں اس فوجی ایجاد سے دیگر اقوام نے بھی فائدہ اٹھایا۔ کہا جاتا ہے کہ یورپ نے بھی اس سکیم پر عمل کیا۔ (فتوح البلدان ص ۱۲۹)

انتقال :۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ آخیر عمر تک ملک شام ہی میں مقیم رہے۔ آخر ۳۴ھ میں دنیا سے روانگی کا وقت آگیا۔ عمر کوئی ۷۲ سال کی ہوئی۔ انتقال سے قبل تھوڑے دن بیماری کی تکلیف بھی برداشت کی۔ ان ایام میں لوگ بیمار پرسی کے لئے آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شداد بن اوسؓ کچھ آدمیوں سمیت آپکی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ سے کیفیت مزاج دریافت کی فرمایا اللہ کا فضل ہے۔ بہتر ہوں۔

ارتحال پُرملال سے قبل آپ کے فرزند نے وصیت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا مجھے ذرا سہارا دے کر بیٹھ جانے دو۔ بیٹے نے بٹھایا تو بولے۔ بیٹا راضی بہ رضائے الٰہی رہنا۔ ورنہ ایمان خطرہ میں ہے۔ اس مرض موت میں آپ کے شاگرد عبدالرحمٰن بن عیلہ صنابحیؓ حاضر ہوئے۔ اپنے شفیق استاد کو اس عالم میں دیکھ کر دل بھر آیا۔ اور چیخ نکل گئی۔ آپ نے اسے تسلی دی۔ صنابحیؓ! میں تو آرام میں ہوں۔ مجھے تکلیف نہیں۔ اگر تمہیں شفاعت کی ضرورت ہوگی تو شفاعت بھی کراؤں گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جتنی ضروری احادیث تھیں میں تم لوگوں کو سنا چکا ہوں۔ ہاں ایک حدیث باقی رہ گئی تھی۔ لو اب وہ بھی سُن لو۔ حدیث کے بیان کے بعد ہی آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حلیہ :۔

دراز قامت، دوہرے جسم کے تھے۔ نہایت حسین اور جمیل صحابی تھے۔

اولاد :۔

آپ کے تین فرزند لید عبداللہ اور داؤد تھے۔

علمی فضیلت :۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے عہد نبوت میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ قرأت قرآن میں ان کا خاص مقام تھا۔ اصحاب صفہ کے لئے جو ادارہ تعلیم قائم ہوا تھا وہ آپ ہی کی سرپرستی میں تھا۔ اصحاب صفہ ان سے قرآن بھی پڑھتے تھے۔ اور کتابت بھی سیکھتے تھے۔ بہت سے صحابہ کبار اس درس گاہ کے فارغ التحصیل تھے۔

مولانا لال حسین اختر رح

مرزا قادیانی کی ہیضہ کی حالت میں مُنہ مانگی موت

قادیانی لنکا میں چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں۔ دجل و فریب اور کذب و افتراء کے لحاظ سے ہر مرزائی باون گز کا ہی ہے۔ لیکن خلافت مآب کی بارگاہ میں عزت و توقیر اس مرزائی کی ہوتی ہے۔ اور تنخواہ میں اضافہ بھی اسی کا ہوتا ہے۔ جو مغالطہ دہی اور کذب بیانی میں ید طولیٰ رکھتا ہو۔ اس دوڑ میں ہر قادیانی مبلغ' ہر مدرس' ہر مفتی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپا' قبر میں لے جانے والی بیماری' قیامت کی باز پرس اور جہنم کی دہکتی ہوئی آگ کے شعلوں کا خیال بھی ان کے لئے سد راہ نہیں ہوتے۔ مرزائیوں کا ستر بستر سالہ مفتی محمد صادق (برعکس نام نہند زنگی کافور) قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ لیکن مرزا محمود کو خوش کرنے کے لئے اپنے نامہ اعمال کو افتراء و کذب بیانی کے باعث تاریک سے تاریک تر کرتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ قادیانی نبوت کے سرکاری آرگن "الفضل" میں "مفتی کاذب" نے "مخالفین احمدیت کی غلط بیانی" کے عنوان سے ایک مضمون دھر گھسیٹا۔ آپ رقمطراز ہیں۔

"آج کل مخالفین سلسلہ حقّہ نے جو دروغ گوئی کے ساتھ ہمارے خلاف باتیں پھیلانی شروع کی ہیں۔ ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت مرزا صاحب مرض ہیضہ سے فوت ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات لاہور میں ہوئی تھی۔ اور میں اور دیگر احباب اس وقت حضور کے پاس موجود تھے حضور جب کبھی دماغی محنت کیا کرتے تھے' تو عموماً آپ کو دوران سر اور اسہال کا مرض ہو جاتا تھا۔ چنانچہ لاہور جب حضور اپنے لیکچر کا مضمون تیار کر رہے تھے تو کثرت دماغی محنت کے سبب آپ کی طبیعت خراب ہو گئی اور دوران سر اور اسہال کا مرض ہو گیا اور اس مرض کے علاج کے لئے جو ڈاکٹر بلایا گیا تھا وہ انگریز لاہور کا سول سرجن تھا۔ اور چونکہ بعض مخالفین نے اس وقت بھی یہ شور مچایا تھا کہ آپ کو ہیضہ ہو گیا ہے۔ اس لئے صاحب سول سرجن نے یہ لکھ دیا کہ آپ کو ہیضہ نہیں ہوا۔ اور وفات کے بعد آپ کی نعش مبارک ریل میں بٹالہ تک پہنچائی گئی۔ اگر ہیضہ ہوتا تو ریل والے نعش مبارک کو بُک نہ کرتے........ پس مخالفین کا یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے کہ حضور ہیضہ سے فوت ہوئے"۔

(مفتی محمد صادق ربوہ۔ 22/جنوری 51ء۔ الفضل 11 فروری 51ء ص5)

قادیانی مفتی نے کس قدر جسارت اور دیدہ دلیری سے ایک مسلمہ حقیقت پر خاک ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ وہ مرزائی ہی کیا ہوا جو حق کو کذب بیانی کے پردہ میں چھپانے کی کوشش نہ کرے۔ خود جھوٹ کا مرتکب ہونا اور الزام دوسروں پر لگانا قادیانیوں کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ان کی یہ چالبازیاں ان کے دجل و فریب اور کذب و افتراء کی غمازی کرتی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ انگریزی نبوت کے گنبد میں بیٹھ کر قادیانی یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم مستور ہیں۔ ہمیں کوئی نہیں دیکھتا۔ جائز و ناجائز جو چاہیں کرتے چلے جائیں۔ انہیں کیا معلوم کہ مجلس احرار اسلام کے خدام مرزائیوں کے رازہائے دروں پردہ کو مرزائیوں سے زیادہ جانتے ہیں۔

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

مرزا کی مرض موت "ہیضہ" کو چھپانے کے لئے مفتی کاذب نے دوران سر اور اسہال کا لبادہ اوڑھا دیا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ "ان کے حضرت" کے "اسہال" ہی "ہیضہ" کی نشان دہی کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے اسہال کا ذکر تو کر دیا۔ لیکن ظلی و بروزی مصلحت کے پیش نظر اپنے "مسیح موعود" کی "قے" کو ہضم کر گئے۔ حالانکہ مرتے وقت مرزا صاحب کے گرد قے اور دست دونوں نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔ جیسا کہ خود مرزا جی کی اہلیہ اور مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی والدہ مکرمہ نے فرمایا۔ مرزا بشیر احمد ایم۔ اے ابن مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں۔

"حضرت مسیح موعود کی وفات کا ذکر آیا تو والدہ صاحب نے فرمایا۔ کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا۔ مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے۔ اور میں بھی سو گئی۔ لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی۔ اور غالباً ایک یا دو دفعہ رفع حاجت کے لئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے۔ اور میں آپ کے پاؤں دبانے کے لئے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا تم اب سو جاؤ۔ میں نے کہا۔ نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا۔ مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہ جا سکتے تھے۔ اس لئے میں نے چارپائی کے پاس ہی انتظام کر دیا۔ اور آپ وہیں بیٹھ کر فارغ ہوئے۔ اور پھر اٹھ کر لیٹ گئے۔ اور میں پاؤں دباتی رہی۔ مگر ضعف بہت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے۔ تو اتنا ضعف تھا کہ آپ لیٹتے لیٹتے پشت کے بل چارپائی پر گر گئے۔ اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی"۔

(سیرت المہدی مرتبہ مرزا بشیر احمد ایم۔ اے۔ طبع دوم ص ۱۱)

مرزائیو!

بتاؤ کہ دست اور قے دونوں تھے یا نہیں؟ اگر آپ اس "قادیانی معجون مرکب" کو ہیضہ کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔ تو فرمائیے۔ کہ "مرزائی نبوت" کی اصطلاح میں دست وقے کی اس مہلک بیماری کا کیانام ہے؟

رہا قادیانی مفتی صاحب کا فرمان کہ۔

(الف) اگر انگریز ڈاکٹر نے لکھ دیا کہ ہیضہ نہیں ہوا۔

(ب) اگر ہیضہ سے موت ہوتی تو ریل والے نعش کو بک نہ کرتے۔

یہ دونوں عذر لنگ ہیں۔ نہ معلوم قادیانی مفتی نے بہتر سالہ عمر کس جنت الحمقاء میں بسر فرمائی ہے۔ ازراہ کرم تکلیف فرما کر اپنے "امیرالمومنین خلیفۃ المسیح" ہی سے دریافت فرمالیتے کہ سفارشات اور رشوت سے کیسے کیسے کٹھن اور مشکل کام فوراً سرانجام پذیر ہو سکتے ہیں۔ معمولی قادیانیوں کا کیا ذکر۔ جب ان کے "بڑے حضرت" نے محترمہ محمدی بیگم کے ساتھ نکاح کروانے کے لئے محمدی بیگم کے حقیقی ماموں کو رشوت یا انعام کا لالچ دے کر نکاح کرانے سے دریغ نہ کیا تو چھوٹے "حضرتوں" نے انگریز ڈاکٹر اور انگریز سٹیشن ماسٹر کو رشوت یا انعام دے کر مرزاجی کی نعش کو "دجال کے گدھے" پر لدوا دیا تو کون سے تعجب کی بات ہے؟ اگر ایسی ہی شہادتوں سے آپ اپنے "مسیح موعود" کی صداقت پیش کرنا چاہیں تو آپ کو دنیا میں ہزاروں فرنگی ایسے مل جائیں گے۔ جو انعام یا رشوت لے کر لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ قادیانی مسیحیت کا ڈھنڈورا پیٹ دیں۔

مفتی جی! آپ اپنے "مسیح موعود"۔ "ام المومنین" اور "قادیانی خاندان نبوت" کو چھوڑ کر فرنگی گواہوں کی پناہ کیوں لے رہے ہیں؟ عیسائیوں سے ساز باز تو نہیں کر رکھا؟ جب مرزا غلام احمد صاحب کی اہلیہ صاحبہ فرماتی ہیں۔ اور صاحبزادہ بشیر احمد مشتہر کرتے ہیں کہ مرزا صاحب آنجہانی کی موت دست وقے سے ہوئی تو کیا ہیضہ کے سر سینگ ہوا کرتے ہیں؟ اگر لفظ ہیضہ کے بغیر آپ کی تسلی وتشفی نہیں ہو سکتی تو لیجئے مرزا غلام احمد کے خسر مرزا محمود احمد کے نانا میر ناصر نواب کے واسطہ سے خود مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی مرض موت کا نام ہیضہ تجویز فرمایا۔

قادیانی غلو کی عینک اتار کر مندرجہ ذیل عبارت پڑھئے اور سو بار سوچ کر بتائیے۔ کہ مرزا غلام احمد کی موت ہیضہ سے ہوئی یا نہیں؟

مرزا غلام احمد کے خسر میر ناصر نواب خود نوشت سوانح حیات میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت صاحب جس رات کو بیمار ہوئے۔ اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا تھا۔ جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے

مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ "میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے"۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ ایک طرف تو ہم پر آپ کے انتقال کی مصیبت پڑی تھی۔ دوسری طرف لاہور کے شورہ پشت اور بد معاش لوگوں نے بڑا غل غپاڑہ اور شور و شر برپا کیا تھا اور ہمارے گھر کو گھیر رکھا تھا کہ ناگہاں سرکاری پولیس ہماری حفاظت کے لئے رحمت الہی سے آن پہنچی" (حیات ناصر صہ 14 - 15 - تاریخ اشاعت دسمبر 1927ء)

کیا مرزائی، ان کا کاذب مفتی، ان کا خلیفہ اور ان کا اخبار "الفضل" اب بھی پرانی رٹ لگاتے رہیں گے کہ قادیانی "مسیح موعود" کی موت ہیضہ سے نہیں ہوئی۔ اب تو جادو سر چڑھ کر بول اٹھا ہے۔

آخری فیصلہ

لطف یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے 15/اپریل 1907ء کو ایک اشتہار بعنوان

"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" شائع کیا تھا۔ اس اشتہار میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرت سری کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں۔ تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا...... مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں۔ تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں۔ کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے۔ بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے"۔

مرزا جی کے مندرجہ بالا الفاظ اعلان کر رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے لئے طاعون اور ہیضہ کی دعا کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے قبولیت دعا کا رخ مولانا ثناء اللہ صاحب کی بجائے خود متنبی قادیان کی طرف پھیر دیا۔ ہیضہ نے مرزا جی کو آدبوچا۔ اور وہ 26/مئی 1908ء کو ہیضہ سمیت اگلے جہان کی طرف کوچ کر گئے۔ کسی زندہ دل شاعر نے مرزا صاحب آنجہانی کی تاریخ وفات لکھی ہے۔

یوں کہا کرتا تھا مر جائیں گے اور تو زندہ ہیں خود ہی مر گیا
اس کے بیماروں کا ہو گا کیا علاج کالرا سے خود مسیحا مر گیا

حواشی

(1) مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں۔

"بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب جالندھر جا کر قریباً ایک ماہ ٹھہرے تھے۔ اور ان دنوں میں محمدی بیگم کے ایک حقیقی ماموں نے محمدی بیگم کا حضرت صاحب سے رشتہ کرا دینے کی کوشش کی تھی۔ مگر کامیاب نہیں ہوا۔ یہ ان دنوں

کی بات ہے۔ کہ جب محمدی بیگم کا والد مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری زندہ تھا۔ اور ابھی محمدی بیگم کا مرزا سلطان محمد سے رشتہ نہیں ہوا تھا۔ محمدی بیگم کا یہ ماموں جالندھر اور ہوشیارپور کے درمیان یکے میں آیا جایا کرتا تھا۔ اور وہ حضرت صاحب سے کچھ انعام کا بھی خواہاں تھا۔ اور چونکہ محمدی بیگم کے نکاح کا عقدہ زیادہ تر اسی شخص کے ہاتھ میں تھا۔ اس لئے حضرت صاحب نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔ "

(سیرت المہدی حصہ اول طبع دوم صہ 192-193)

یہ گھر کی شہادت باواز بلند اعلان کر رہی ہے کہ محمدی بیگم کے ساتھ نکاح کرانے کے لئے مرزا غلام احمد صاحب محمدی بیگم کے ماموں کو انعام یا رشوت دینے کے لئے تیار تھے۔

مرزائیو! اللہ کے لئے غور کرو کہ پہلے اللہ تعالٰی کے نام سے محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی شائع کرنا۔ بعدہ انعام، رشوت اور روپے کے لالچ سے نکاح کی کوشش کرنا کسی راستباز انسان کا کام ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں جیسا کہ خود مرزا غلام احمد نے لکھا ہے۔

"ہم ایسے مرشد کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کتوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے، اپنے مکر سے، اپنے فریب سے ان کے پوری ہونے کے لئے کوشش کرے اور کرواوے"۔ (سراج منیر مصنفہ مرزا غلام احمد طبع سوم صہ 23)

(2) مرزائی ریل گاڑی کو دجال کا گدھا کہتے ہیں۔ گدھا دجال کا اور اس پر نعش مرزا غلام احمد کی۔ کیا ہی صحیح مقولہ ہے۔ حق بحقدار رسید (اختر)

(3) طاعون نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی سے دست پنجہ لیا تھا جیسا کہ انہوں نے سیٹھ عبدالرحمٰن مدارسی کو لکھا۔ "اس طرف طاعون کا بہت زور ہے۔ سنا ہے ایک دو مشتبہ وارداتیں امرتسر میں بھی ہوئی ہیں۔ چند روز ہوئے ہیں، میرے بدن پر بھی ایک گلٹی نکلی تھی۔ پہلے کچھ خوفناک آثار معلوم ہوئے۔ مگر پھر خدا تعالٰی کے فضل سے اس کا زور جاتا رہا۔ یہ ایک جدا ہاتھ میں غدود پھول گئے تھے اور یہ طاعون جوڑوں میں ہوتی ہے"۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول ص 15)

(4) انگریزی میں کالرا ہیضہ کو کہتے ہیں۔

آقا سے بغاوت کیوں؟

رقص و سرور، راگ و رنگ، ناچ گانے، کھیل تماشے، ورائٹی شو، نظریۂ پاکستان اور محمدی اسلام سے کھلی بغاوت ہے۔ وقتی تفریح کے بہانے بے غیرتی کے عارضی سرور اور دولت کے نشہ میں چور ہو کر فتنۂ دل و نگاہ کی آگ سے مت کھیلو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

O اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

O بیشک جو لوگ ایمانداروں میں بدکاری پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے (سورۃ النور آیت ۱۹)

O اور انہیں چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکہ دیا ہے اور انہیں قرآن سے نصیحت کرو تاکہ کوئی اپنے کئے میں گرفتار نہ ہو جائے کہ اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور سفارش (قبول) کرنے والا نہ ہو گا اور اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے گا تب بھی اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کئے میں گرفتار ہوئے اور ان کے پینے کے لئے گرم پانی ہو گا اور ان کے کفر و "انکار" کے بدلے میں دردناک عذاب ہو گا۔ (سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۰)

O اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں، تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اور ہم اُسے برباد کر دیتے ہیں۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۹)

O بے شک کان آنکھ اور دل کے بارے میں بازپُرس ہو گی۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۶)

خِرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل؟
دِل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں۔۔۔!

O حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری اُمت میں بعض لوگ زمین میں غرق ہوں گے اور ان کی صورتیں بھی مسخ ہوں گی۔ یہ عذاب تب ہوں گے جب گانے والی عورتیں اور آلات لہُو (باجہ وغیرہ) ظاہر ہوں گے۔

O اور فرمایا گانے اور باجوں سے بچو۔ میرے رب نے مجھے ہاتھ اور منہ سے بجائے جانے والے (ہر قسم) کے باجوں کو مٹا دینے کا حکم دیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اس شخص پر جو گانے بجانے کا کام یا اپنے گھر میں اس کا اہتمام کرے (حدیث)

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
اقبال

سہیل افضل

کراچی پر عیسائیت کی یلغار

پاکستان کی نظریاتی جڑیں کھوکھلی کرنے والی سرگرمیوں کے بارے میں تہلکہ خیز رپورٹ

کراچی کے گنجان آباد علاقے کے وسیع و عریض رقبے پر پھیلے ہوئے ہولی ٹرینٹی چرچ کے کمپاؤنڈ میں آج معمول کے برعکس چہل پہل ہے، خواتین اور بچے زرق برق لباس زیب تن کئے خوش گپیوں میں مصروف ادھر ادھر ٹہل رہے ہیں۔ خواتین کی ایک ٹولی پھولوں کی پلیٹیں لئے قطار میں کھڑی ہے۔ تمام افراد کسی کے منتظر نظر آتے ہیں، اچانک بچوں کے شور نے سب کو متوجہ کیا اور تمام شرکاء جن کی اکثریت غیر ملکیوں پر مشتمل تھی مین گیٹ سے اندر داخل ہونے والی ہلکے سبز رنگ کی شیراڈ کار E-2906 جسے ایک غیر ملکی چلا رہا تھا، کی طرف لپکے، کار ایک جھٹکے سے چرچ کے سامنے آکر رکی۔ ۲ افراد کار سے باہر آئے اور کار دوبارہ روانہ ہوگئی، اترنے والے ۲ افراد میں سے ایک سب شرکاء کی توجہ کا مرکز ہے۔ عورتیں اور بچے اس کے گرد اکٹھے ہو چکے ہیں تھوڑی دیر بعد یہ دونوں افراد دیگر چند خواتین و حضرات کے ساتھ چرچ کے اندر چلے گئے اور بقیہ لوگ خوش گپیوں میں مصروف ہوگئے۔ تقریباً نصف گھنٹے بعد کار دوبارہ اندر داخل ہوئی۔ اس بار ۲ خواتین ایک سفید رنگ کے خوبصورت لباس میں ملبوس نوجوان لڑکی کے ہمراہ باہر آئیں اور چرچ کے اندر کی طرف چل دیں۔ خواتین کی ٹولی ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کر رہی تھی، چند غیر ملکی بڑی پھرتی کے ساتھ ان کی تصاویر بنا رہے تھے۔ اب تمام شرکاء چرچ کے ہال میں جمع تھے ایک شخص نے تمام افراد کو ۲/۲ کتابیں پکڑانا شروع کردیں لوگ ادب کے ساتھ ان کتابوں کو پکڑ کر اپنی نشستوں پر بیٹھتے جا رہے تھے جب تمام شرکاء اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تو چرچ کے بشپ نے مائیک سنبھالا اور سب کو ایک گیت گانے کے لئے کہا اور پھر سب ایک کورس کی شکل میں ہولی ٹرینٹی گیت گانے لگے۔ گیت کے اختتام پر بشپ نے ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کو اسٹیج کے قریب بلایا اور کرسیوں پر بٹھا دیا (یہ نوجوان لڑکا اور لڑکی دونوں الگ الگ کار میں لائے گئے تھے) اور پھر کچھ پڑھنا و پڑھوانا شروع کردیا۔ بشپ تھوڑی دیر بعد اس عمل میں حاضرین کو بھی شریک کرلیتا اور پھر سب ایک کورس کی شکل میں کچھ پڑھنا شروع ہو جاتے۔ تقریباً نصف گھنٹے کے اس عمل کے بعد بشپ نے اعلان کیا کہ نوجوان لڑکا سیمی اور لڑکی سوزینہ کا نکاح ہوگیا ہے۔ سب دعا کریں اور اس طرح دعا کے بعد یہ تقریب اختتام کو پہنچی نیا جوڑا اسی شیراڈ گاڑی میں اپنی منزل کی جانب روانہ ہوا تو تمام شرکاء بھی اپنی منزل کو روانہ ہوگئے ۲ غیر ملکی چرچ کے بشپ کے ساتھ اس کی قریبی رہائش گاہ کی طرف فاتحانہ انداز میں قہقہے لگاتے ہوئے چل دیئے۔ یہ غیر ملکی اپنے مشن کی کامیابی پر، جس میں انہوں نے مسلمان لڑکی فاطمہ کو سوزینہ بنا کر ایک عیسائی لڑکے کی دلہن بنا دیا تھا، بہت خوش تھے۔

> □ سینکڑوں نوجوان عیسائی بنا لیئے گئے، نوجوان مسلم لڑکیاں خصوصی ہدف ہیں۔
>
> □ ۱۵ مشنری اداروں کی زیرِ نگرانی شہر میں ۵۰ مراکز کام کر رہے ہیں۔

فاطمہ ولد الیاس حسین جو پہلے مسلمان (اہل تشیع) تھی اور اب سوزینہ بن چکی ہے جعفر طیار سوسائٹی ملیر کی رہائشی ہے' اس کی شادی ۹ جنوری کی شام سیمی نام کے نوجوان سے ہوئی جو ایک عیسائی ہے۔ سیمی "اہتداء" نامی رفاہی ادارے کا لیڈ ورکر ہے۔ فاطمہ (نیا نام سوزینہ) پہلے ایک گارمنٹ فیکٹری میں کام کرتی تھی لیکن اب زنٹیٹی گرلز ہائی اسکول کی کنٹین پر ملازم ہے۔ فاطمہ کی ایک دوست نے ہمیں بتایا کہ ایک طویل عرصے سے عیسائی مشنری فاطمہ پر کام کر رہے تھے' فاطمہ کیسے ان کے چنگل میں پھنسی؟ اس کا ذکر کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ سیمی کی بہن سے فاطمہ کی دوستی تھی اور جب اس کی شادی ہوئی تو وہ کچھ دن ان کے ہاں جا کر ٹھہری۔ وہاں پر اس کی ملاقات اڈینس نامی ایک مشنری خاتون سے ہوئی اور اس طرح اس نے اڈینس کے ہاں آنا جانا شروع کر دیا۔ اڈینس کئی مرتبہ فاطمہ کے گھر بھی آئی ان ملاقاتوں کے بعد فاطمہ اسلام کے متعلق عجیب و غریب سوال کیا کرتی۔ اس کے والدین اس کی حرکتوں سے سخت نالاں تھے' لیکن وہ اس سب کو تعلیم کا تصور گردانتے لیکن ایک دن انہیں سخت حیرت ہوئی جب سوزینہ نے انہیں بتایا کہ وہ اسلام چھوڑ چکی ہے' اب اس کا مذہب عیسائیت ہے۔ گھر والوں کی ناراضگی کے سبب سوزینہ سیمی کی بہن کے ہاں چلی گئی اور وہیں رہائش اختیار کر لی کچھ دنوں بعد اڈینس نے سیمی کو سوزانہ سے شادی کے لئے کہا۔ سیمی نے جو پہلے ہی اس کے لئے تیار تھا' فوراً ہاں کر دی اور اس طرح دونوں نکاح میں منسلک ہو گئے' لڑکی کے والدین نے نکاح میں شرکت سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ لڑکی کی طرف سے نکاح نامہ پر دستخط بھی روحانی بھائی اور بشپ نے کئے۔ فاطمہ عرف سوزینہ آج بھی سیمی کے ساتھ اس کے گھر نمبر ۷۰۔ گلی نمبر ۳۔ ۲۶ محمود آباد نمبر ۵ میں رہتی ہے۔ فاطمہ کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ واحد نہیں۔ پاکستان میں انتہائی خاموشی سے عیسائی مشنریوں کی ایک بڑی تعداد اسلامی ریاست کی نظریاتی جڑیں کھوکھلی کرنے میں مصروف ہے بظاہر سرمایہ کاری یا فلاحی ادارے کی آڑ میں آنے والے غیر ملکیوں کی بڑی تعداد عیسائی مبلغوں پر مشتمل ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک میں ان کے لئے تبلیغ کی سرگرمیوں پر پابندی نہیں' اس کے لئے کوئی قانون موجود نہیں یہاں تک کہ کچھ عرصہ قبل ایک پاکستانی پادری پیٹرک پی اشائن نے واشنگٹن کے دورے پر ایک کانفرنس میں اپنے تجربات بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ پاکستان میں بطور مسیحی مبلغ جہاں بھی گئے' ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا گیا وہ پاکستان میں پوری آزادی کے ساتھ مسیحیت کی تبلیغ کرتے رہے ہیں' انہیں حکومت یا عوام کی طرف سے کوئی گزند نہیں پہنچی۔ (روزنامہ جنگ ۲۵ جنوری ۱۹۹۳ء)

مشنریوں کی راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہونے کے سبب انہوں نے یہاں بڑے منظم ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ مختلف فلاحی اداروں کے نام پر تبلیغ کا انتہائی منظم کاروبار ہو رہا ہے۔ نوجوان طلبہ و طالبات منشیات کے عادی اور غریب عوام ان کا اصل ہدف ہیں۔ کراچی کے مضافات کی غریب بستیاں گوٹھ اور لیاری کا علاقہ ان کی خصوصی توجہ کا مرکز ہیں۔ نوجوان طلبہ کو وظائف اور دیگر پرکشش ترغیبات سے اپنا گرویدہ بنایا جاتا ہے۔ منشیات کے عادی افراد کو علاج کے بہانے اپنے زیر اثر لایا جاتا ہے۔ ان کی برین واشنگ کی جاتی ہے۔ اب تک کراچی میں سینکڑوں مسلمانوں کو انتہائی خاموشی سے عیسائی بنایا جا چکا ہے۔

کراچی میں ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز آرٹلری میدان کے علاقے میں واقع ہوٹل اواری کے بالمقابل زنٹیٹی چرچ ہے جہاں ان سرگرمیوں کا انچارج سنگاپور سے تعلق رکھنے والا پادری یوجین چاند ہے۔ یہ شخص باہر سے نئے آنے والے مشنریوں کا انچارج ہے۔ اس کی زیر نگرانی کراچی میں ۱۵ یونٹ کام کر رہے ہیں۔ زنٹیٹی گرلز ہائی اسکول فاطمہ جناح روڈ کا پیٹر ظفر اس کا معاون ہے یہ نئے عیسائی بننے والے افراد کے تمام معاملات کی نگرانی کرتا ہے' ان کو کاروبار کے لئے رقم مہیا کرنے یا ملازمت فراہم کرنے اور رہائش دینے سمیت دیگر مالی معاملات اس کے ذمے ہیں' عیسائی بننے والی لڑکی فاطمہ (نیا نام سوزینہ) بھی اسی کے پاس ملازم ہے۔ یہ شخص عربی پر خاصا عبور رکھتا ہے' قرآن کے حوالے بلا تکان دیتا ہے' اس لئے نئے عیسائی بننے والوں کو اپنی گفتگو اور علم کے بل بوتے پر قابو میں رکھتا ہے۔ پیٹر ظفر بھی پہلے مسلمان تھا اس کی شادی بھی ایک ایسی لڑکی سے ہوئی ہے جو پہلے آغا خانی تھی اور جس نے بعد میں عیسائیت قبول کر لی۔

ہولی زنٹیٹی کے کمپاؤنڈ میں واقع یوجین چاند کی رہائش گاہ ان مشنریوں کی خفیہ سرگرمیوں کا سب سے بڑا اڈا ہے' یہاں پر ہر جمعہ کی شام ۵ بجے ایک گروپ میٹنگ ہوتی ہے' جس میں طلبہ کی بڑی تعداد شریک ہوتی ہے۔ یہ طلبہ اپنے عیسائی دوستوں کے ہمراہ آتے ہیں یہاں انہیں مختلف بہانوں کے ذریعے عیسائیت کی تبلیغ کے لئے کام کرنے والے اداروں سے منسلک کر دیا جاتا ہے۔ وظائف دینے اور بیرون ملک بھیجنے کے نام پر اگلے گروپ میں باقاعدہ شرکت پر آمادہ کیا جاتا ہے اور پھر باقاعدہ آنے والوں کو غیر محسوس طریقے سے عیسائیت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

کراچی میں مشنریوں کے ۱۵ مشن کام کر رہے ہیں ان کے

تحت ایک وسیع نیٹ ورک ہے سیکڑوں رضاکار اس نیٹ ورک کے تحت کام کرتے ہیں۔ پادری یوجین چاند' پال لوڈے' گورڈن نکل' اڈینس پادری نذیر' صادق ڈانیال' فلپ سیمسن' جون باورز' مسز ہیلن اور بشپ رُڈو ن (Rudvin) مختلف سرگرمیوں کے انچارج ہیں' یونس کھوکھر اور پیر بخش طیب سلیم دونوں مقامی عیسائی ہیں' لیکن یہ بھی ان کی ٹیم میں شامل ہیں' یہ لوگ او ایم ٹی کے نام سے کام کرتے ہیں اس ٹیم کو کچھ عرصہ پہلے کراچی میں خطرناک قرار دے کر پولیس نے اس کے تمام دفاتر بند کر دیئے تھے' لیکن اب اس کے ارکان دوبارہ اسکول اساتذہ ڈاکٹروں اور فلاحی اداروں کے ملازمین کی صورت میں کام کر رہے ہیں۔

۲۴۴/۷ اسٹاف لائن بھی مشنری سرگرمیوں کا اہم مرکز ہے۔ زرد رنگ کے اس مکان کی مالکن ایک اسکول ٹیچر اڈینس ہے۔ برطانوی شہریت کی حامل یہ خاتون بظاہر ٹرنیٹی گرلز اسکول میں سینئر ٹیچر کی حیثیت سے کام کرتی ہیں مگر ان کے ذمے خواتین میں عیسائیت کی تبلیغ کی ذمہ داری ہے۔ مسز ہیلن ان کی معاون ہیں یہ اب تک اپنی تعلیمات کے ذریعے درجنوں غریب لڑکیوں کو عیسائی بنا چکی ہیں۔ سوزینہ نے بھی اس کی تعلیم سے ہی عیسائیت قبول کی ہے۔ اڈینس کی زیر نگرانی درجنوں فیلڈ ورکر کام کرتی ہیں نئی عیسائیت قبول کرنے والی خواتین بھی ان ورکروں میں شامل ہو جاتی ہیں۔ یہ فیلڈ ورکر گھر گھر جا کر خواتین میں لٹریچر تقسیم کرتی ہیں ان پڑھ خواتین سے ملاقاتیں کرتی ہیں' نوجوان غریب لڑکیوں سے دوستی کرتی ہیں پھر دوستی کے بہانے ان کو مخلوط پروگراموں میں شریک کرایا جاتا ہے اور عیسائی لڑکوں سے ان کی دوستی کرائی جاتی ہے۔ ہر لڑکے کو ٹارگٹ دیا جاتا ہے۔ مسز اڈینس اس دوستی کرانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اور اس طرح مسلمان لڑکیاں جال میں پھنس جاتی ہیں۔ منشیات کے عادی افراد کی بیویاں بیٹیاں بھی ان کا خصوصی ہدف ہیں فیلڈ ورکران سے ہمدردی کے بہانے تعلقات استوار کرتی ہیں' ان کی مالی امداد کرتی ہیں اور پھر ان کو ہنر سکھانے یا ملازمت دلوانے کے لئے کسی نہ کسی کرسچن ادارے سے منسلک کروا دیا جاتا ہے' جہاں ان کو کرسچن لٹریچر فراہم کیا جاتا ہے اور غیر محسوس طریقے سے عیسائیت کی طرف راغب کیا جاتا ہے

عیسائی مشنریوں کا اہم ہدف لیاری کے بلوچ ہیں بلوچستان میں مشنریوں نے خصوصی طور پر کام شروع کر رکھا ہے۔ بلوچستان کے مخصوص ذکری فرقے میں ان کا کام تیزی سے بڑھ رہا ہے' شاید اس سلسلے کی کڑی کے طور پر انہوں نے لیاری کے بلوچوں کو ٹارگٹ بنایا ہے۔ کینیڈا کی شہریت کا حامل کارلٹن مقیم ۱۵/۳ جمال الدین افغانی روڈ شرف آباد ملیاری یونٹ کا انچارج ہے۔ بظاہر یہ شخص ٹرنیٹی چرچ میں پادریوں کو تربیت دینے والے کالج کا پروفیسر ہے۔ مگر اب تک ۱۱۷ افراد کو عیسائی بنا چکا ہے۔ مشنری بلوچوں میں زبان سیکھنے اور منشیات سے نجات دلانے کے بہانے کام کرتے ہیں' اسلام کی تعلیمات سے نابلد معصوم بلوچ نوجوان آسانی سے ان کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۴۲ لیہ بلاک ۶ پی ای سی ایچ ایس ایک اہم مشن آفس ہے۔ یہاں کا انچارج ایک مقامی عیسائی پیٹر ہے' یہاں ہر منگل کی شام کھانے کی دعوت کے بہانے اہم اجلاس ہوتا ہے جس میں مختلف یونٹوں کی کارکردگی رپورٹ کا جائزہ لیا جاتا ہے پھر ایک رپورٹ مرتب کی جاتی ہے جس میں نئے ٹارگٹ طے کئے جاتے ہیں۔

اسی طرح پال لوڈے رہائش ب ۵۰ ، بلاک ۶ پی ای سی ایچ ایس برطانوی شہریت کا حامل ہے یہ بائیبل کارسپانڈنس اسکول کا نگراں ہے' اس اسکول کے ذریعے طلبہ کو عیسائیت کا لٹریچر بذریعہ ڈاک ارسال کیا جاتا ہے۔ یہ لٹریچر مفت ارسال کیا جاتا ہے۔ ممبر بننے والے افراد کو دیگر پروگراموں میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہ کورس مکمل کرنے والے طلبہ کو خصوصی طور پر نگرانی میں رکھا جاتا ہے۔ ان کے ایڈریس یونٹ کے فیلڈ ورکروں کو فراہم کئے جاتے ہیں اور فیلڈ ورکران سے دوستی بڑھاتے ہیں اور پھر قریب منعقد ہونے والے گروپوں میں شمولیت پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ فیلڈ ورکران طلبہ کو وظائف وغیرہ دلانے کا جھانسہ بھی دیتے ہیں۔ بعض غریب طلبہ کو وظائف کے بہانے دوسرے ممالک میں تعلیم کے لئے بھیجا بھی گیا ہے۔ لیاری کے کریم جان اور کوثر بلوچ آج کل انہی کے وظائف پر امریکہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مقامی عیسائی یونس کھوکھر اور پیر بخش طیب سلیم دونوں عربی اور قرآن پر عبور رکھتے ہیں۔ اس لئے پڑھے لکھے طبقے کو متاثر کرتے ہیں۔ یہ فیلوشپ آف بلیورز نام کا ایک ادارہ چلاتے ہیں۔ ۱۰ ڈے پورٹ لائن فیلوشپ آف بلیورز نام کے ادارے کے ذریعہ یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے میں کام کرتے ہیں' مختلف تقریبات کے ذریعے لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے۔ مذہب کے حوالے سے بحث و مباحثے منعقد کئے جاتے ہیں' جن میں اسلام سے متعلق شکوک و شبہات ابھارے جاتے ہیں۔ یہ پہلا مرحلہ ہوتا ہے' دوسرے مرحلے میں ان افراد کو لٹریچر فراہم کیا جاتا ہے اور تیسرے مرحلے میں عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی جاتی ہے یہ ادارہ اب تک اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کی ایک بڑی تعداد کو اپنا ممبر بنا چکا ہے۔

مشنری اداروں کا ایک بڑا ہتھیار رفاہی ادارے ہیں' ان کے ذریعے ایک طرف تو یہ غیر ممالک سے آنے والے مشنریوں کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور دوسری طرف ان اداروں میں آنے والے مسلمانوں کو عیسائیت کی تبلیغ دی جاتی ہے۔ "ابتدا" ترکِ منشیات کا اہم ادارہ ہے' اس کا مقولہ ہے۔ ابتداء ہم' انتہا آپ۔ دو پادری فلپ سیمن اور پال ٹیکسٹرا اس کے نگراں ہیں یہاں ان نشہ بازوں کو لایا جاتا ہے جو مالی اور جسمانی طور پر ناکارہ ہو جاتے ہیں' ان کی اور ان کے اہل خانہ کی امداد کی جاتی ہے! انہیں باور کرایا جاتا ہے کہ یہ خداوند یسوع مسیح کی طرف سے آپ کے لئے عطیہ ہے اور صرف خداوند یسوع مسیح کی دعا سے ہی آپ نشہ چھوڑنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ یسوع ہی آپ کو نشے سے آزاد کرا سکتا ہے' درجنوں لوگ یہاں عیسائیت قبول کر چکے ہیں' ان میں سے نصف درجن ہندو بھی ہیں۔ جو نوجوان یہاں داخل ہوتے ہیں اور صحت یاب ہو جاتے ہیں' ان سے اس قسم کے الفاظ کہلوائے جاتے ہیں کہ "تب کچھ یسوع مسیح کی دعاؤں کا نتیجہ ہے' اس لئے اب صحت یاب ہونے کے بعد میں یسوع کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

نشہ بازوں کے اہل خانہ کو دیکھ بھال کے بہانے ابتدا میں لایا جاتا ہے' جہاں انہیں رام کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ نشہ بازوں کے معصوم بچوں پر یہ خصوصی طور پر توجہ دیتے ہیں کیونکہ ان کے معصوم ذہن بہت جلد ان کی باتوں پر ایمان لے آتے ہیں۔

مسیحی اسکول بھی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے بڑے سازگار ہیں۔ مشنریوں کی ایک بڑی تعداد ان اسکولوں میں ملازم ہے' کلاس رومز میں معصوم بچوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ مسیحی تہواروں پر مذہبی ڈراموں میں مسلمان بچوں کو استعمال کیا جاتا ہے' ان سے مسیح مریم اور دوسرے کردار ادا کروائے جاتے ہیں اس طریقے سے ان کے ذہن خراب کئے جاتے ہیں' بچوں کے یونیفارم پر صلیب نما مونوگرام لگائے جاتے ہیں اور اس طرح یہ اپنے اس نظریے کی تکمیل کرتے ہیں کہ ہم نے مسلمان بچوں کی بڑی تعداد کو صلیب کا نشان پہنچا دیا ہے۔ یہ مونوگرام تبلیغی نظریہ سے استعمال کیا جاتا ہے' عیسائیوں کا نظریہ یہ ہے کہ جتنے زیادہ صلیب کے نشان لگائے جائیں گے' مسیح ابن مریم اتنے ہی خوش ہوں گے۔ [illegible] ٹرینٹی چرچ سے ملحق معذور افراد کا ادارہ دارالخوشنود بھی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ترکِ منشیات کے ادارے "ابتداء" میں نشہ بازوں کی کس حد تک برین واشنگ کی جاتی ہے اس کا اندازہ علاج کے بعد مسلمان نوجوانوں کے خیالات سے ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم ادارۂ ابتدا کی طرف سے شائع کئے گئے کتابچوں میں درج بعض نوجوانوں کے خیالات شائع کر رہے ہیں جس سے عوام بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس ادارے کے کیا مقاصد ہیں۔

عیسائیت کی تعلیم دینے والے مشنریوں کے اوقات کار اور پتے

۱- نام گروپ انچارج مشنری پیٹر۔ پتہ ۲۴۲۔ ایچ بلاک ۶۔ پی ای سی ایچ ایس گروپ میٹنگ ہر منگل کی شام ۷ بجے ہوتی ہے

۲- نام گروپ انچارج مشنری یونس کھوکھر اور مشنری پیر بخش۔ پتہ ۱۰۶۔ اے۔ ۱۰ ڈی پوٹ لائن بالمقابل سیونتھ ڈے ہاسپٹل۔ گروپ میٹنگ جمعہ کی شام ۵ بجے ہوتی ہے۔ نسبتاً زیادہ تعلیم یافتہ افراد پر کام ہوتا ہے۔

۳- نام گروپ انچارج یوحنا چاند۔ پتہ ٹرینٹی کمپاؤنڈ آرٹلری میدان۔ گروپ میٹنگ جمعہ کی شام ۵ بجے ہوتی ہے زیادہ تر طلبہ شریک ہوتے ہیں۔

۴- نام گروپ انچارج مشنری پادری نذیر۔ پتہ بشپ ہاؤس مرکزی ہال صدر۔ گروپ میٹنگ پیر کی شام ۷ بجے ہوتی ہے۔ پختہ عمر کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔

ادارہ "ابتداء" کے تحت بھی ہر شام ایک میٹنگ ہوتی ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے

دن	وقت	مقام
ہفتہ	۱۰ بجے تا ۱ بجے دوپہر	صدر دفتر "ابتدا"
اتوار	۵ بجے تا ۷ بجے شام	صدر دفتر "ابتدا"
پیر	۱۰ بجے سے ۱ بجے دوپہر	صدر دفتر "ابتدا"
منگل	۵ بجے تا ۷ بجے شام	ہولی ٹرینٹی چرچ
بدھ	۱۱ بجے سے ۱ بجے تک	صدر دفتر
جمعرات	۷ بجے سے ۹ بجے رات	ہولی ٹرینٹی چرچ
جمعہ	۵ بجے سے ۷ بجے شام	صدر دفتر

جمیل: میں سعودی ایئرلائن میں کام کرتا تھا' پھر دوستوں کی وجہ سے ہیروئن کا عادی بن گیا' یہاں تک کہ میری نوکری چلی گئی' اب میں پیسوں کے لئے گھر والوں کو تنگ کرتا' انہوں نے میرا علاج کروایا لیکن میں ٹھیک نہیں ہوا' اب دن بدن میری صحت خراب ہوتی گئی جو مجھے دیکھتا یہ کہتا کہ اب جمیل مر جائے گا' لیکن شاید خداوند کو میری زندگی عزیز تھی' میں نے خداوند کو قبول کیا' خداوند یسوع مسیح نے مجھے توبہ کی توفیق دی اور آج میں بالکل آزاد ہوں' میں نے اپنے خداوند کی مدد سے نشے سے آزادی حاصل کی ہے۔

یوسف ہدایت:- مجھے ڈیوٹی پر جیکب آباد جانے کا موقع ملا تو وہاں شراب عام تھی تھوڑا بہت عادی میں پہلے تھا ' الیون کا نشہ بھی کرتا تھا۔ جیکب آباد سے واپس آیا تو زبردست نشہ باز بن چکا تھا۔ پھر میرا تعارف ابتدا کے گروپ سے ہوا 'میں نے منشیات کے بارے میں کافی مفید معلومات حاصل کیں! ایک دن ابتدا کے لوگ مجھے چرچ لے گئے پادری ڈیوڈ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ نے شراب استعمال کی 'میں نے بتایا کہ ہاں لیکن آج سے میں خداوند کے ہاں توبہ کرتا ہوں کہ کوئی نشہ استعمال نہیں کروں گا اس کے بعد آج تک اپنی توبہ پر قائم ہوں۔

بابر:- میری زندگی کا سفر گناہ سے بھرا ہوا ہے شروع میں شراب کا عادی بنا پھر چرس کا اور آخر میں ہیروئن کا عادی بن گیا 'بہت کوشش کے باوجود اس سے نجات حاصل نہ کر سکا ' ایک دن ہم میرپور خاص گئے وہاں ابتدا کا کیمپ لگا ہوا تھا جہاں سے مجھے اچھے دوستوں کی رہنمائی ملی 'ہم شکر کرتے ہیں کہ پاکستان میں ایک ادارہ ہے جو نجات کی راہ دکھاتا ہے یسوع نام میں قدرت پائی جاتی ہے یسوع نام میں ابدی زندگی ہے

سلیمان:- میری عمر تین سال کی تھی کہ ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا 'ماں کے مرنے کے بعد والد نے ہمیں ہاسٹل میں داخل کرا دیا 'والد کے انتقال پر میں بڑے بھائی کے پاس ڈرگ کالونی آگیا 'بھائی نوکری پر چلا جاتا تو ہم دن بھر آوارہ گردی کرتے 'ایک دن سگریٹ پینے سے شروع کئے پھر نوبت ہیروئن تک پہنچ گئی 'بھائی کو پتہ لگا تو انہوں نے مجھے منع کیا اور بالآخر گھر سے نکال دیا 'اب میں سڑکوں پر سوتا تھا کوئی میری عزت نہیں کرتا تھا لیکن پھر اچانک "ابتدا" سے میرا رابطہ ہوگیا 'نوئیل بھائی جو "ابتدا" کے ورکر ہیں مجھے اپنی میٹنگ میں لے جاتے انہوں نے میری بڑی مدد کی جب رتن آباد ان کا کیمپ لگا تو نوئیل بھائی مجھے اپنے ساتھ لے کر گئے وہ کیمپ چھ دن کا تھا ادھر میں نے خداوند سے توبہ کی اور خداوند نے مجھے معاف کیا اور میں نشے سے آزاد ہوگیا۔ خداوند کا شکر ہے کہ میں واپس اپنے گھر چلا گیا ہوں 'میں اپنے خداوند اور "ابتدا" والوں کا شکرگزار ہوں۔

فیملی پلاننگ اور نشہ باز لوگوں کی بیویاں

پی ای سی ایچ ایس مکان نمبر ایچ ۴۲ بلاک ۶ کراچی سے شائع ہونے والے مشنریوں کی سرگرمیوں پر مشتمل ایک پمفلٹ میں کامیابیوں کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے۔

منشیات کے عادی افراد کے اہل خانہ میں ہمارا کام تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے۔ بہترین لیڈ ورکروں کی ۴ ٹیمیں ہمارے پاس تیار ہوگئی ہیں یہ مختلف ٹولیوں کی شکل میں گھروں تک پہنچ رہی ہیں ہماری ماہانہ میٹنگوں کی حاضری بھی مسلسل بڑھ رہی ہے۔ اب ان میٹنگوں میں منشیات کے عادی افراد کی بیویاں اور اہل خانہ کے علاوہ دیگر خواتین کی ۱۵ سے ۳۰ افراد کی حاضری رہتی ہے۔

ہم اپنی پالیسیوں کو مزید جامع بنا رہے ہیں! اگلے مرحلے میں ہم مختلف نئے ایشوز سامنے لائیں گے 'ان ایشوز میں فیملی پلاننگ کو زیادہ اہمیت دی جائے گی۔ مختلف پروگراموں سے خطاب کے لئے دیگر ممالک کے علاوہ مسلمان مقررین کو بھی بلایا جائے گا۔ ہمیں نشہ کرنے والوں کی بیویوں کے لئے زیادہ وقت نکالنے کی ضرورت ہے سابقہ تجربہ کی بنیاد پر اس میں ہمیں زیادہ کامیابیوں کی توقع ہے۔

ایک خبر

ماہنامہ کرسچن کولوے کی ایک رپورٹ کے مطابق عالمگیر مسیحی تنظیم ورلڈ ایونجلیکل فیلوشپ کی جنرل اسمبلی کے حالیہ اجلاس میں مختلف فیصلے کئے گئے ان فیصلوں کے مطابق ایک نیا کمیشن برائے

عیسائیت قبول کرنے والے چند سابقہ مسلمانوں کے نام اور پتے

۱۔ فاطمہ نیا نام سوزینہ۔ پتہ جعفر طیار سوسائٹی ملیر کراچی

۲۔ مسز یونس۔ ۴ ماہ پہلے عیسائیت قبول کی۔ پتہ۔ ۲۴۷ اسٹاف لائن فاطمہ جناح روڈ کراچی۔

۳۔ سجاد خان۔ چند ماہ پہلے عیسائیت قبول کی۔ پتہ: صدر رواج کمپنی صدر کراچی

۴۔ پیٹر ظفر سابقہ نام ظفر پتہ: ہولی ٹرینٹی اسکول فاطمہ جناح روڈ کی کنٹین کا مالک آج کل مشنریوں کی سرگرمیوں کے انچارج یوجین چاند کا معاون ہے۔

۵۔ نوئیل سابقہ نام صادق پتہ محمود آباد نمبر ۵

۶۔ پیٹرا اقبال سابقہ نام اقبال پتہ معلوم نہیں

۷۔ مہرالنساء۔ پتہ معلوم نہیں۔ شینہ پہلے آغا خانی تھی عیسائیت قبول کرنے کے بعد اس نے عیسائیت قبول کرنے والے لڑکے سے شادی کی۔

۸۔ تامسن سابقہ نام کریم جان۔ پتہ معلوم نہیں

۹۔ کوثر سابقہ نام بھی کوثر۔ پتہ معلوم نہیں

مُسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کے لئے کیا کرنا ہو گا ؟

مسیحی رسالہ کی تجویز اور انکشافات

لیسٹر کے ماہنامہ "ٹوکس" نے اگست ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں Evangelical Missions Quarterly کا ایک مضمون پیش کیا ہے جس میں مضمون نگار کیٹ نے عیسائی مبشرین کو مسیحیت کی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز کرنے کے لئے چند تجاویز دی ہیں جو مسلم دنیا کی آنکھوں سے پردے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ مضمون کا خلاصہ درج ذیل ہے :

"ایک صدی سے کچھ اوپر عرصہ ہوا جب ۱۸۹۰ء میں سموئیل زویمر نے مشرقِ وسطیٰ کے مسلمانوں میں اپنے کام کا آغاز کیا اس وقت پوری دنیا میں مسلم آبادی تیس کروڑ کے لگ بھگ تھی انہوں نے مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کے لئے نصف صدی تک کام کیا، انہیں پوری توقع تھی کہ اسلام شکست و ریخت سے دوچار ہو گا لیکن ایسا نہ ہوا۔ خلیجی جنگ کے بعد ایک بار پھر کچھ لوگوں نے اسلام کی یک لخت شکست و ریخت کی پیش گوئی کی تاہم دھڑام سے گر جانے کا کوئی حادثہ نہ ہوا بلکہ آج مسلمانوں کی آبادی ایک ارب ہو چکی ہے اور ان کا دین مسلسل پھل پھول رہا ہے۔

ان ناامیدیوں اور مایوسیوں کے بعد آخر مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کے لئے کیا کرنا ہو گا ؟ بلاشبہ اس کا جواب ہے مزید دعائیں، مگر ان دعاؤں کے ساتھ صحیح قسم کے مزید

مبشرین اور ملکی مشن ایجنسیوں میں مسلمانوں کے درمیان تبشیر کی مزید لگن کی ضرورت ہے۔ اس مختصر تمہید کے ساتھ مسیحی رسالہ میں شائع شدہ مقالہ "مسلمانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کے لئے کیا کرنا ہو گا ؟" میں لکھا گیا ہے کہ مسیحی مبشرین انہیں مسیح کا پیغام پہنچانے کے لئے ان کے پاس نہیں گئے، اس کے جو اسباب مقالہ نگار کیٹ نے بیان کئے ان کا تعلق مسیحیوں سے ہے جو مسلمانوں تک رسائی حاصل کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے، وہ کہتے ہیں کہ آج بہت سے مسلمان ملک اپنے ہاں مبشرین کو کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے تاہم مسیحی ملکوں میں اقلیتوں کی صورت میں بڑی تعداد میں مسلمان آباد ہیں۔ کیٹ کی تجویز کے مطابق مبشرین کو اب وہ دروازے کھول دینے ہوں گے جو ایک طویل عرصہ سے بند ہیں وہ یہ بھی انکشاف کرتے ہیں کہ آج مسلمان ملکوں میں ۴۵ ہزار افراد بائیبل خط و کتابت کورس پڑھ رہے ہیں اور یہ سب کچھ محض اس لئے ہے کہ کچھ دین کے پکے مبشرین تسلسل سے دستک دے رہے ہیں۔ دروازے ہلا رہے ہیں بلکہ ان پر ضربیں لگا رہے ہیں ان کے خیال میں مبشرین کو مسلمانوں سے رابطہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بہتر تعلقات کے لئے زبان جاننا بھی ضروری ہے، اور اس کے لئے مطالعۂ اسلام بھی ضروری ہے۔ □

مذہبی آزادی تشکیل دیا گیا ہے جو دنیا بھر میں آزادیٔ مذہب کو تقویت دینے اور مبشر مسیحیوں کی آزادی کی حفاظت کے لئے کوشاں رہے گا کمیشن مذہبی آزادی کی صورت حال پر نظر رکھے گا۔ مذہبی آزادی پر عائد کی جانے والی قدغنوں کا نوٹس لے گا اور اس مقصد کے لئے کوشاں رہے گا کہ مذہبی آزادی برقرار رکھنے کے لئے لوگ چوکنے ہوں۔

جلد ہی دنیا کی آبادی میں نصف سے زائد تعداد بیس سال سے کم عمر لوگوں کی ہوگی اور بہت سے ملکوں میں مسیحیت کا پیغام نہیں پہنچا ورلڈ ایونجلیکل فیلوشپ نے نوجوانوں کے لئے ایک کمیشن قائم کیا ہے تاکہ بحرانی صورت حال میں فیلوشپ کو مدد بہم پہنچا سکے۔ سیکریٹری جنرل پال بارتھ وک نے بتایا کہ یہ کمیشن وسائل بہم پہنچائے گا نوجوانوں کو حلقۂ مسیحیت میں لانے کی ضرورت کا دنیا بھر میں شعور پیدا کرے گا اور نوجوانوں میں تبشیری کام کو متاثر کرنے والے عالمی رجحانات اور معاملات پر اپنا نقطۂ نظر پیش کرے گا۔ ●

بشکریہ ہفت روزہ "تکبیر" کراچی۔

۲۸ جنوری ۱۹۹۳ء

دعاء مغفرت

گزشتہ ماہ ہمارے بعض احباب و مخلصین کے اعزہ و اقارب انتقال فرگئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

O ملتان سے محترم میجر محمد سعید صاحب کے والد ماجد۔
O ادارہ نقیب ختم نبوت کے سر کولیشن مینجر محمد یوسف صاحب کے چچا جناب محمد وریام
O ڈیرہ اسماعیل خان سے معروف احرار کارکن جناب کنور عبدالرحیم صاحب کے چچازاد جناب محمد ادریس
O کمالیہ سے احرار کے مخلص کارکن جناب صوفی محمد شفیق کے والد گرامی جناب محمد صدیق۔
O سیالکوٹ کے نوجوان احرار کارکن جناب محمد ادریس عمر کے والد محترم جناب محمد یوسف عمر۔
O گجرات سے ہمارے معاون اور انتہائی مہربان جناب صوبے خان صاحب کے بیٹے (جناب محمد اصغر کے حقیقی بھائی اور محمد اسلم چیمہ کے چچازاد)
O ہڈرسفیلڈ (برطانیہ) سے ادارہ نقیب ختم نبوت کے بے لوث اور مخلص معاون جناب شیخ محمد صدیق صاحب (شیخ محمد طارق اور شیخ محمد جاوید صاحب کے والد ماجد)

اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے۔ اور اعلیٰ علیین میں مقام نصیب فرمائے۔ لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔ (آمین)

ادارہ نقیبِ ختم نبوت کے اراکین، مرحومین کے لواحقین کے غم میں شریک ہیں اور اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔

قارئین سے گزارش ہے کہ وہ تمام مرحومین کے لئے دعاءِ مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

O

آپ کے عطیات

محاسبہ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلسِ احرار اسلام کو دیجئے۔

بذریعہ منی آرڈر: سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک۔ اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان۔

چمن چمن اُجالا

حبیب اللہ رشیدی ۔ ربوہ

مولانا اللہ یار ارشد کے ہاتھ پر دو قادیانی لڑکیوں نے اسلام قبول کرلیا

مسجد احرار ربوہ کے خطیب اور مجلس احرارِ اسلام کے مبلغ مولانا اللہ یار ارشد کے ہاتھ پر گزشتہ دنوں دو مرزائی لڑکیوں نے اسلام قبول کرلیا۔ واضح رہے کہ دونوں لڑکیاں ربوہ میں رہائش پذیر تھیں۔

عذرا شناز دختر نیاز احمد زوجہ خلیل احمد اور روبینہ دختر خلیل احمد سکنہ محلہ دارالیمن ربوہ نے عدالت میں اپنے علیحدہ علیحدہ حلفیہ بیانوں میں کہا کہ ہم نے بغیر کسی جبر و اکراہ کے قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لاتی ہیں اور نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرتی ہیں۔ اس بات پر بھی ایمان رکھتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہے۔ مرزا غلام قادیانی کذاب، کافر اور دجال تھا۔ اس کے پیروکار بھی جھوٹے اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ہم حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی حیات کی قائل ہیں اور اس بات پر یقین رکھتی ہیں کہ قربِ قیامت میں اُن کا آسمانوں سے نزول ہوگا اب کسی مرزائی سے ہمارا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی کوئی مرزائی ہمارا وارث ہے۔

دونوں لڑکیوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے غیر مسلم خاندان کو چھوڑ دیا۔ ربوہ کے مسلمانوں نے انہیں مبارکباد دی اور اسلام پر اُن کی استقامت کے لئے دُعا کی۔ مولانا اللہ یار ارشد نے بتایا کہ اب تک سینکڑوں مرد اور خواتین مرزائیت ترک کر کے اُن کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے ہیں۔ مرزائیوں میں اسلام قبول کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ جس کی بڑی وجہ مرزائی قیادت کی بدمعاشیاں، مظالم اور قول و فعل کا تضاد ہے۔

حاصل پور

محمد اشرف: حاصل پور

پوری دنیا میں دو نظاموں کی جنگ جاری ہے

مسلمان، کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی تہذیب کو اپنا کر ذلیل و رسوا ہو رہا ہے

اسلام کے سوا تمام نظام ہائے ریاست و سیاست باطل ہیں

مجلس احرارِ اسلام کے کارکن کفریہ نظاموں کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المؤمن بخاری کا حاصل پور میں احرار کارکنوں سے خطاب

۱۹۹۰ء سے عالمی مجلسِ احرار اسلام حاصل پور کے زیر اہتمام ہر سال علاقہ کے مختلف مقامات پر سالانہ اجتماعات احرار منعقد ہوتے ہیں۔ جو ایک عشرہ جاری رہتے ہیں۔ ان اجتماعات میں جماعت کے مرکزی اور علاقائی قائدین کے تبلیغی و اصلاحی بیانات ہوتے ہیں۔ جن سے علاقہ بھر میں ایک دینی و روحانی فضا قائم ہو جاتی ہے۔ ایمان و عمل کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ اور عوام کے دلوں میں دین کے لئے کچھ کر گزرنے کے عزائم بلند ہوتے ہیں۔ قربانی و ایثار والی زندگی اپنانے کے لئے دل آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس حقیر سی ٹوٹی پھوٹی محنت سے بہت سے لوگوں کی زندگی کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ ان کے دل خداوند قدوس کی بندگی کے لئے جھک جاتے ہیں۔ عقائد درست اور اعمال پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ الحمدللہ اس سال بھی ۷ جنوری سے ۱۵ جنوری ۱۹۹۳ء تک چوتھے سالانہ اجتماعات احرار ۹ مختلف مقامات پر پوری شان و شوکت سے منعقد ہوئے۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی امیر ابن امیر شریعت حافظ سید عطاء المؤمن شاہ صاحب بخاری مدظلہ ۶ جنوری کو حاصل پور تشریف لائے۔ علاقہ بھر کے احرار رضا کار آپ کی آمد کے شدت سے منتظر اور چشم براہ تھے۔ ۷ جنوری کو بہاولنگر، ۸ جنوری قائم پور، ۹ جنوری بستی خواجہ بخش، ۱۰ جنوری چک فورڈواہ، ۱۱ جنوری بستی شبلی غربی، ۱۲ جنوری بستی فریدیاں چاہ بیریاں والا، ۱۳ جنوری بستی گودڑمی اور ۱۴ جنوری مرکزی جامع مسجد منڈی حاصل پور میں انتہائی کامیاب اور عظیم الشان اجتماعات احرار منعقد ہوئے۔ حضرت شاہ جی کے علاوہ یادگارِ اسلاف حضرت مولانا محمد اسحاق سلیمی، حضرت مولانا محمد مغیرہ صاحب، جناب حافظ انیس الرحمن صاحب، جناب حافظ ابومُعاویہ محمد کفایت اللہ صاحب، جناب حافظ ہارون الرشید صاحب اور ابوسفیان تائب نے بھی خطاب کیا۔ ۱۲ جنوری کو حاصل پور کے قریبی قصبے بخشن خان میں جناب صوفی حبیب اللہ صاحب کے مکان پر احرار کارکنوں اور متاثرینِ احرار کی ایک تعارفی نشست کا اہتمام بھی کیا گیا جس میں حضرت شاہ جی نے انتہائی بلیغ انداز میں مختصراً مجلس کے منشور پر روشنی ڈالی اور احباب کو مجلس کا کام تیز کرنے اور تنظیم سازی کی طرف توجہ دلائی۔

ابن امیر شریعت حضرت حافظ سید عطاء المؤمن شاہ صاحب بخاری نے اپنے خطاب میں فرمایا۔

دین سے بیگانہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور دین سے ناآشنا مال و دولت کے پرستار و ہوس کار آج کے دور کو ترقی یافتہ دور کہتے ہیں۔ دین آشنا، دین کا طلبگار، قرآن اور اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینے کی روشنی میں اگر اس کو دیکھے گا تو اُسے یہ بنی نوع انسان کے تنزل اور اس کے انحطاط کا زمانہ نظر آئے گا۔ ترقی! انسان نے زمین سے نکلنے والی دھاتوں کو دے دی ہے۔ لیکن خود انسان کہاں پہنچا ہے؟ اس کی ذہنی حالت کیا ہو گئی ہے؟ اس کی سوچ کی معراج کیا ہے؟ اس کے اخلاق کی بلندی کہاں تک ہے؟ اگر ہم اس پر نگاہ ڈالیں تو موجودہ دور کا انسان

کائنات کا سب سے بڑا ظالم اور سفاک ہے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو اپنا شاہکار کہا ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شخصیت عظمیٰ رہبر و رہنما کے طور پر انسان کو عطا فرمائی ہے۔ قرآن جیسا کامل و اکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا ہے۔ قرآن قدم قدم پر انسان کو پکارتا ہے۔ قرآن انسان کا محافظ ہے، رہبر و رہنما ہے۔ لیکن! مسلمان نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ مسلمان آج دین سے اتنا بیگانہ ہو گیا ہے کہ مساجد ویران کر ڈالیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں سب سے اچھی جگہ مسجد ہے۔ اور سب سے بُری جگہ بازار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے گانے بجانے کے سازوں کو توڑنے کے لئے بھیجا ہے۔ اور ہم ساز بجا رہے ہیں۔ صحابہ کرام کی زندگی اُمت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے پوری زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع کی اور ہماری زندگی کا ہر عمل نبی علیہ السلام کے خلاف ہے۔ نبی علیہ السلام نے ہمیں پاکیزہ اور عزت والی زندگی دی ہے۔ ایسی زندگی جو اُمت کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ نبی کریم علیہ السلام زندگی کے ہر شعبہ میں ہمارے رہبر و رہنما ہیں اور آپ نے ہر کام خود کر کے دکھایا ہے۔ نبی رہبر بھی ہے۔ اور سردار بھی، عادل بھی ہے اور حاکم بھی کمانڈر بھی ہے اور ہمسایہ بھی دوست بھی ہے اور ساتھی بھی، باپ بھی ہے اور داماد بھی، سسر بھی ہے اور خاوند بھی غرض ہر شعبۂ زندگی میں نبی علیہ السلام نے اپنی اُمت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ شاہ جی نے فرمایا۔! انسان کسی قیادت کے بغیر باشعور نہیں ہو سکتا قیادت کی صفات ہی عوام میں منتقل ہوتی ہیں اچھی ہوں یا بُری۔ وہ بہرحال اثر انداز ہوتی ہیں اس ملک کے قائدین نے عوام کو کہاں پہنچایا۔! پاکستان کو بنے ہوئے پینتالیس برس گزر گئے۔ پاکستان کے اندر اسلام اور مسلمانوں کا کیا حشر ہوا؟ پینتالیس برس کے بعد اس ملک میں جو نئی نسل تیار ہوئی ہے وہ ڈاکو ہے، قاتل ہے، رہزن ہے، ہیروئین فروش ہے، اس کے ہاتھ میں کلاشنکوف ہے، یہ سب دنیا پرست اور قرآن سے بیگانہ حکمرانوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ امت مسلمہ کے نوجوانوں کی بہترین جوانی، ان کے بہترین سینے، ان کے مضبوط ہاتھ جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے لڑنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتے تھے۔ اُن کو ان ظالموں نے خدا کا مجرم بنا دیا۔ ان نوجوانوں کے دلوں سے دین کی محبت ختم کر دی۔ نبی علیہ السلام کی محبت ختم کر دی، خدا کا خوف نکال دیا۔ ان کے دلوں میں قرآن کو معاذ اللہ بے کار کتاب بنا کر رکھ دیا۔ ان حکمرانوں، ان سیاست دانوں نے، ان خاندانی وڈیروں اور جاگیرداروں نے، ان دولت پرست دنیا دار کتوں نے، قرآن کے باغیوں نے، حرام کے ذرائع سے یہود و نصاریٰ کے تجارتی اور معاشی اصولوں پر اپنی زندگیوں کو استوار کرنے والوں نے نئی نسل کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔! تمام مظلوم اور پسماندہ اقوام کو آزادی کی نعمت عطا کرنے والا قرآن۔! آج اپنے ماننے والے پڑھنے والوں کے ہاتھوں قید ہو کر رہ گیا ہے۔ وہ قرآن جسے اللہ نے اس وقت تک نازل نہیں فرمایا جب تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہیں فرما دیا۔ اور پھر قرآن کے لئے کون آیا؟ ابوبکر آئے، عمر آئے، عثمان آئے، علی آئے، طلحہ، آئے، زبیر آئے، عبادہ بن صامت آئے، معاویہ بن ابی سفیان آئے، سفیان آئے، عمار آئے، ام عمار آئیں، پانچ لاکھ صحابہ و صحابیات آئے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ یہ سب وفادار تھے۔ نبی علیہ السلام کے منتظر تھے۔ صحابہ کرام نے اپنی جوانیاں، اپنی عقلیں، اپنی دولت، اپنی قوت، اپنی حکومت اور اپنا سب کچھ قرآن کے سپرد کر دیا۔ کہ یہ قرآن! جیسے

ہماری دولت کو، ہماری قوت کو، ہماری عقل، فہم، شعور، تدبر، حکمت، دانائی اور ہماری پوری زندگی کو جیسے قرآن چاہے گا ویسے ہی ہم استعمال کریں گے۔ قرآن کا علم انسانیت کے دکھوں اور دردمندوں کے دلوں پر مرہم رکھتا ہے۔ بغیر قرآن کا علم پڑھے، انسان کا وجود محبت کا سبب نہیں بن سکتا۔ نفرت اور توڑ کا سبب بنے گا، صحابہ کرام بھی دنیا کے تمام کام کرتے تھے۔ لیکن ان کا سب کچھ قرآن کے مطابق تھا۔ اس قرآن کے پڑھنے والے کیسے کیسے عالم، فاضل اور سائنس دان ہوئے ہیں۔ ابن رُشد کون ہے؟ ابن حیان کون ہے؟ البیرونی کون ہے؟ ابنِ خلدون کون ہے؟ بڑے بڑے فلاسفہ، مناطقہ، سائنس دان، دنیا کے اندر سب سے پہلے عملی طور پر ہوائی جہاز بنا کر اڑانے والا سب سے پہلا سائنس دان مسلمان تھا۔ اٹھاؤ غرناطہ اور اشبیلیہ کی تاریخ، اندلس کی تاریخ پڑھو۔ ہارون الرشید کے دور کو پڑھو، اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں ہمیں بتایا ہے کہ تمہارے دوست کون ہیں اور تمہارے دشمن کون ہیں؟ اور یہ بھی بتایا ہے کہ دوستوں کے ساتھ دوستی کیسے کرنی ہے اور دشمنوں کے ساتھ دشمنی کا طریقہ بھی بتا دیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بنانا، یہ کبھی تمہارے دوست نہیں ہوسکتے، یہ آپس میں دوست ہیں۔ پھر بھی اگر تم میں سے کسی نے ان کے ساتھ تعلقات قائم کئے، ان کو اچھا سمجھا، ان کی عادات و خصائل، ان کے مزاج و طبائع، ان کی تعلیم و ثقافت، تمدن کو قبول کیا، ان کو دوست بنایا! تو وہ بھی اُن جیسا ہی ہو جائے گا اور ایسا عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ظالم کہتا ہے کہ ظالموں کو میں ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ہم ایمان والے ہیں۔ وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ یہودی اور نصرانی نہ اللہ کی توحید کے قائل ہیں اور نہ محمد علیہ السلام کی رسالت و ختمِ نبوت کے قائل ہیں۔ نہ قرآن کی اکملیت کے قائل ہیں۔ دونوں کیسے آپس میں دوست بن سکتے ہیں۔ دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ ایک آگ ہے ایک پانی ہے۔ کیسے دونوں ایک ہوسکتے ہیں؟ اللہ یہی فرماتے ہیں کہ:

لا تتخذوالیہود و النصارٰی

کہ یہودیوں اور نصرانیوں کو اپنا دوست مت بنانا۔ یہ تمہارے دوست کبھی نہیں ہوسکتے۔ اب ہم اپنے بے عمل اور نافرمان مسلم معاشرے کو دیکھیں۔ یہودی سُود کھاتے ہیں۔ ہم بھی سُود کھاتے ہیں۔ یہودیوں کی عورتیں بے پردہ ہیں، ہماری عورتیں بھی بے پردہ ہیں۔ یہودی زنا کو گناہ نہیں سمجھتے، ہم بھی گناہ نہیں سمجھتے۔ یہودی شراب خانے بناتے ہیں پیتے پلاتے ہیں۔ ہم بھی پیتے ہیں پلاتے ہیں شراب خانے کھولتے ہیں۔ ان کے ڈانس گھر ہیں۔ ہمارے بھی ڈانس گھر ہیں۔ ان کی عورتیں بھی ایک دوسرے کے ہاں کھلم کھلا آتی جاتی ہیں۔ ہماری بھی آتی جاتی ہیں۔ ان کے ہاں عورت کی قیادت کا مسئلہ کوئی بُرا نہیں ہمارے ہاں بھی کوئی بُرا نہیں۔ ان کے ہاں پیغمبروں کی تعلیمات کا انکار ہے۔ ہمارے ہاں بھی انکار آگیا۔ ان کے ہاں اللہ کی کتابوں کے خلاف زندگی گزارنے کا عمل موجود ہے۔ ہمارے ہاں بھی ہے۔ ہم نے قرآن کو باندھ کے رکھ دیا ہے۔ اور اپنی مرضی سے چل رہے ہیں۔ اپنی حیاتِ اجتماعی کو مرتب اور منظم کرنے کے لئے جو نظام یہودیوں اور نصرانیوں نے وضع کیا اسی نظام کو ہم نے قبول کر لیا۔ وہی نظام پاکستان میں ہے۔ وہی نظام مصر میں ہے، وہی نظام لیبیا میں ہے، وہی نظام پوری مسلم دنیا کے اندر، وہی نظام ہندوستان کے اندر، وہی نظام اسرائیل کے یہودیوں کے پاس، وہی نظام امریکہ کے یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس، وہی فرانس کے عیسائیوں اور یہودیوں کے پاس، وہی پوری دنیا کی یہودی اور نصرانی حکومتوں کے پاس اور

وہی نظام پاکستان کے مسلمانوں کے پاس؟ زندگی کا ایک ایک نقش جو پیغمبر علیہ السلام نے تمہارے لئے قائم کیا تھا۔ تم نے اس کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ پاکستان میں صحابہ کرام کو بھونکنے والے پرورش پا رہے ہیں۔ قرآن کے خلاف بکواس کرنے والوں کو یہاں حفاظت ملی ہوئی ہے۔ تم نے جس نظام کو قبول کیا اس کے یہی نتائج نکلیں گے۔ یہودیوں اور نصرانیوں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو بھی اپنے اندر شامل کر لیا ہے۔ انہوں نے انتقام لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محنت کا جس کے نتیجہ میں یہود و نصاریٰ کا وقار ختم ہوا۔ ان کی حکمرانی ختم ہوئی، اللہ نے آلِ بنی اسرائیل سے نبوت چھین کر آلِ اسمٰعیل کو دی۔ ان کی سلطنت ختم ہوئی، ان کا سلسلہ ختم ہوا، ان کی دینی و روحانی پیشوائی ختم ہوئی، سیاسی حاکمیت ختم ہوئی، انہوں نے چودہ سو سال کی جنگ کے بعد آج پوری دنیا کو اپنے بنائے ہوئے نظام کے ماتحت کر لیا ہے۔ مسلمانوں کو اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے ماتحت نہیں رہنے دیا۔ جنگ یہی ہے۔ کفار و مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ تم اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے مطابق زندگی گزارو۔ تم نہیں پڑھتے قرآن کو؟ اللہ نے تمہارا مقام کیا بنایا ہے؟ کافر اور مشرک یہ نہیں چاہتے کہ اللہ نے جو خیر نازل کی ہے تم اس کے مطابق زندگی گزارو۔ حالانکہ تم کو اللہ نے بنایا ہی

كنتم خير امة اخرجت للناس

ہے۔ انسانوں میں سے قرآن کے مطابق زندگی گزارنے والی ایک جماعت اور خیر کی دعوت دینے والی جماعت۔ جو دعوتِ خیر دینے والے اور قرآن کی طرف بلانے والے ہیں، اسلام کی طرف بلانے والے ہیں، اچھائی کا حکم دینے والے ہیں، برائی سے روکنے والے ہیں۔ وہی فلاح پانے والے ہیں۔ وہی کامیاب ہیں۔ اللہ ہمیں خیر کی طرف بُلانے والی جماعت بنانا چاہتا ہے اور کافر چاہتے ہیں کہ یہ خیر کی طرف بلانے والے نہ رہیں، خیر پر چلنے والے نہ رہیں، یہ جنگ ہو رہی ہے کہ مسلمان اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنا چھوڑ دیں۔ وہ اس میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ اور ہم یہود و نصاریٰ کی ہدایت کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔ یہی دین کی جنگ ہے اور ہماری جماعت یہی جنگ لڑ رہی ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ! اللہ کی مخلوق اپنے بُھولے ہوئے سبق کو یاد کر لے کہ ہم مسلمان! کلمہ پڑھنے کے بعد سوائے اللہ کے حکموں کے کسی کا حکم ماننے کے پابند نہیں، سوائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے کسی طریقے کے پابند نہیں۔ ہمیں پھر سے زندہ ہونا ہوگا۔ پھر سے اٹھنا ہوگا، ہمیں دین سے اپنا ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑنا ہوگا۔ اور کفر سے زندگی کے تمام معاملات میں رشتہ توڑنا ہوگا۔ یہی دعوت ہے۔ یہی ہمارا پیغام ہے۔ پاکستان کے ان دانشوروں سے میں کہتا ہوں۔

لہو لہو میں بدن دھواں دھواں دل میں
اس انجمن کو سنوارنا سخن وروں سے کہو

قوم کا بچہ بچہ زخمی ہے۔ میں تم مسلمانوں سے کہتا ہوں! خدا کے لئے اپنی اولاد کو اپنی بیٹیوں کو برباد ہونے سے بچالو۔ اگر تمہیں اپنی اولاد سے محبت ہے تو اپنے گھروں سے گانا بجانا ختم کر دو۔ گانا بجانا سنو گے تو اولاد زنا کی طرف جائے گی۔ نماز کی طرف نہیں آئے گی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گانا بجانا سننے والا زنا کی طرف جائے گا۔ کیوں دشمن ہو اپنی اولاد کے قرآن پڑھاؤ، حدیث پڑھاؤ، دین کے لئے مار کھاؤ۔ نبی نے دین کے لئے

مار کھانی ہے۔ تم کیوں نہیں کھاتے؟ اگر تمہیں اپنی عزت پیاری ہے، بہو بیٹی پیاری ہے، اپنی آبرو پیاری ہے، اپنی زندگی پیاری ہے، اپنی قبر کا احساس ہے، اپنی آخرت کا پاس ہے، تم نبی کی شفاعت چاہتے ہو تو دین کے لئے مار کھانی پڑے گی۔ دین کے لئے قربانی دینا ہوگی۔ جمہوریت کے لئے نہیں۔ یہ نظام یہودیوں کا دیا ہوا ہے۔ اس نظام کو قبول کر کے مسلمان ہوتے ہوئے ہم یہودیوں جیسے ہوگئے۔ کیونکہ ہم ایک ہی نظام میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہاں بھی ووٹ سے وزیر اعظم بنتا ہے، ہندوستان میں بھی ووٹ سے بنتا ہے۔ اسرائیل میں بھی ووٹ سے بنتا ہے۔ اسلام ووٹ سے نہیں آئے گا۔ اسلام جہاد سے آئے گا۔ جہاد ہی اسلام لانے کا راستہ ہے جو نبی کا راستہ ہے اور صحیح راستہ وہی ہے جو نبی کا راستہ ہے، جو خدا کا راستہ ہے، اللہ فرماتے ہیں! میرا راستہ صحیح راستہ ہے اس کی تابعداری کرو۔ اور میرے راستے کے علاوہ متفرق راستوں پر مت چلو۔ یہ تم کو الگ الگ کر دیں گے۔ ہماری جدوجہد جب تک دین کے لئے نبی کے راستے پر نہیں ہوگی کامیابی نہیں ہوسکتی۔ آج جس نظام کے تحت ہم زندگی بسر کر رہے ہیں ہم اس نظام کو کافروں کا، یہودیوں کا، نصرانیوں کا نظام سمجھتے ہیں۔ جس نے ہمیں اسلام سے دور کر دیا ہے۔ جس نے ہمیں قرآن سے دور کر دیا ہے۔ جس نے ہمارے لئے قرآن کی عملی زندگی کو ناممکن بنا دیا ہے۔ ہم نے اس نظام کو ختم کرنا ہے جو نظام زبردستی ہمیں گناہ پر مجبور کرتا ہے۔ ہم گناہ سمجھتے ہوئے، حرام سمجھتے ہوئے، سود کھانے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں۔ ہماری جنگ اس نظام کے خلاف ہے اور جب تک یہ نظام ختم نہیں ہو جاتا ہماری یہ جنگ جاری رہے گی۔ یہی احرار کا پیغام ہے۔ اور یہی ہماری دعوت ہے۔

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

(ابو سفیان تائب)

شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ درج کیا جائے
حکومت مرزائیوں، عیسائیوں اور یہودیوں کو خوش کر رہی ہے

مجلس احرارِ اسلام حاصل پور کے جنرل سیکرٹری ابو سفیان تائب نے ایک بیان میں کہا کہ نئے شناختی کارڈ میں مذہبی خانہ کے اندراج کا فیصلہ ختم کرنے پر حکومت کے خلاف شدید احتجاج کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا ہے کہ وزیر اعظم اور وزیر داخلہ مرزائیوں اور عیسائیوں سے ڈرتے ہیں اور مسلمانوں کی مذہبی پہچان ختم کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مرزائی شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ نہ ہونے کی وجہ سے ہی خود کو مسلمان ظاہر کر کے اسلام اور ملک کے خلاف تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے شناختی کارڈ پُرانے طریقہ پر جاری کرنے کا فیصلہ کر کے اپنے وعدہ سے انحراف اور پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کی توہین کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر نئے شناختی کارڈ مذہب کے اندراج کے بغیر جاری کئے گئے تو اس کے خلاف شدید رد عمل کا اظہار کیا جائے گا۔ حکومت مسلمانوں کے اس جائز مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے نئے شناختی کارڈ میں مذہب کا اندراج کرے تاکہ مسلم اور غیر مسلم کی پہچان ہوسکے۔

واصف رومان — تلہ گنگ

مجلس احرارِ اسلام عقیدہ و ایمان کی جنگ لڑ رہی ہے۔

دینی قوتوں کا مضبوط اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔

موجودہ سیاسی کشمکش دو سرمایہ پرست طبقوں میں حصولِ اقتدار کی جنگ ہے۔

پاکستان میں اسلام کے خلاف بکواس "جمہوریت" کا حصہ ہے۔

مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المؤمن بخاری کا تلہ گنگ میں خطاب

گزشتہ ماہ تلہ گنگ میں مجلس احرارِ اسلام کے زیر اہتمام یکے بعد دیگرے مختلف اجتماعات منعقد ہوئے۔ ان اجتماعات میں مجلس کے مرکزی قائدین حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، حضرت سید عطاء المؤمن بخاری صاحب، مولانا محمد مغیرہ صاحب اور مقامی احرار رہنماؤں نے خطاب کیا۔ پہلے اجتماع میں حضرت سید عطاء المؤمن بخاری تشریف لائے، مسجد ابوبکر صدیق میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ دفتر احرار میں مقامی کارکنوں سے تنظیمی امور پر گفتگو فرمائی اور بعد ازاں احرار کارکن جناب حاجی مظہر الحق صاحب کی رہائش گاہ پر ایک پر ہجوم پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا۔ ذیل میں سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ کے بیانات کا خلاصہ ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔

مجلس احرار اسلام ایک منفرد کردار کی جماعت ہے جسکا مقصد اور نصب العین مخلوق پر خالق کے نظام کا نفاذ ہے۔ دنیا کے تمام مسائل صرف اسی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں کہ یہاں انسان پر انسان کا بنایا ہوا نظام مُسلط ہے تفریق و انتشار اور دھڑے بندیاں اس لادینی نظام کا حصہ ہیں۔ انسان ہی انسان پر ظلم کررہا ہے خود انسانی حقوق کے علمبردار انسانی حقوق پامال کر رہے ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے اور انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلانے کا اعلان کرتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہورہا ہے وہ اسلام کے خلاف ہے۔

پاکستان بھی یہود و نصاریٰ کی سازشوں کی زد میں ہے اور یہاں کا سیاسی نظام بھی انہی سازشوں کا حصہ ہے۔ گزشتہ پینتالیس برسوں میں ہمارے سیاست دانوں اور حکمرانوں نے ملک و قوم اور دینی اقدار کی تباہی و بربادی میں بھرپور اور کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ یہ ایسا ظالم طبقہ ہے کہ اس نے بھولے سے بھی اہل وطن کی دینی، اخلاقی، سماجی

اور معاشی اقتدار اور وسائل کے تحفظ اور حل کیلئے کبھی نہیں سوچا۔

سید عطاء المؤمن بخاری صاحب نے کہا کہ پاکستانی حکمران اور سیاست دان جب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو پھر سیاست کو اسلام سے جدا کر کے کفار و مشرکین کے سیاسی فلسفہ پر کیوں کار بند ہیں۔ کیا اسلام کا دیا ہوا سیاسی نظام ہمارے تقاضے پورے نہیں کرتا؟ اس نازک وقت میں یہ واضح دو عملی اُمت مسلمہ کی تباہی و بربادی کا دوسرا نام ہے۔ اس موقع پر دیگر طبقات کے مقابلہ میں علماء کی ذمہ داریاں اور بڑھ گئی ہیں۔ وہ دنیا دارانہ اور کافرانہ سیاست کے حامل افراد اور جماعتوں کا ٹول بننے کی بجائے اپنے طبقہ کو ایک مرکز پر مجتمع کر کے خالص دینی جدوجہد کریں۔

انہوں نے کہا کہ موجودہ سیاسی کشمکش دو بڑے سرمایہ پرست طبقوں کے درمیان صرف حصولِ اقتدار کی جنگ ہے۔ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف سے ہماری جنگ دوسری جماعتوں سے بالکل مختلف ہے۔ ہماری وجہ اختلاف ان کا دین پر عمل پیرا نہ ہونا ہے۔ ہمارے نزدیک دونوں طبقوں نے ایسا مذہب ایجاد کیا ہے۔ جس کا مقصد دین اور اہل دین کو اقتدار کیلئے نا اہل ثابت کرنا ہے۔ اور اسلام متفقہ عقائد کو مسلمانوں میں موضوع بحث بنا کر مشکوک کرنا ہے۔ پاکستان کی جو جماعتیں ان طبقوں کے ساتھ مل کر ایک دوسرے کو ملک دشمن قرار دے رہی ہیں وہ یا تو سازش کا حصہ ہیں یا اسکی شکار ہوئی ہیں۔ اگر ملک اور قوم کو بچانا ہے تو ہمیں اپنے اصل مرکز "اسلام" کی طرف لوٹنا ہوگا جس کی نافرمانی نے ہمیں یہ بُرے دن دکھائے ہیں۔

سید عطاء المؤمن بخاری صاحب نے کہا کہ "جمہوریت" انسانوں کا پیش کردہ نظریہ ہے جو اول تا آخر خامیوں کا مجموعہ ہے۔ جمہوری نظام ریاست دنیا بھر میں انسانوں کی تفریق اور تذلیل کا باعث بنا ہے۔ یہ نظام ایک فریب اور دھوکہ ہے جس کو خوبصورت بنا کر انسانوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اسی نظام کی وجہ سے پوری دنیا کا امن و سکون برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ بوسینا، صومالیہ، تاجکستان، افغانستان اور کشمیر میں جو ظلم ہو رہا ہے وہ اسی نظام کی سازشوں کا حصہ ہے۔ الجزائر میں مسلمان مُروجہ جمہوری شرائط پر پورے اُترے مگر انہیں انتخاب جیتنے کے باوجود حکومت میں نہیں آنے دیا گیا۔

"جمی کارٹر" نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ

"ہم اسلامی تحریکوں کا بنظرِ غائر مطالعہ کر رہے ہیں دنیا میں کمیونزم کا راستے روکنے کیلئے ہم احیاء اسلام کے حامی ہیں"

مقصد واضح ہے کہ اسلام کو بطور نعرہ کے پوری شدومد سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ مگر جہاں نفاذ کے آثار پیدا ہوں گے امریکی، یہودی و نصرانی راستہ روک دیں گے۔

اس وقت ملک کی تمام دینی جماعتوں کے مضبوط اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ مگر دین کی بالادستی کیلئے قائم ہونے والے اتحاد پر کسی لادین سیاست دان کو شب خون مار کر اس کے ثمرات اُچک لینے کی اجازت نہ دی جائے۔ مجلس احرارِ اسلام ایسے ہر اتحاد کا نہ صرف خیر مقدم کرے گی بلکہ اس سے مکمل تعاون کرے گی۔

دین میں اللہ، رسول اور صحابہ کے بعد شخصیت یا جماعت حجت نہیں۔ خود ساختہ شخصیتوں کے بتوں کی قید سے آزاد ہو کر دین اسلام کی اطاعت میں آ جاؤ۔

مجلس احرار اسلام نے ہمیشہ عقیدے کی جنگ لڑی ہے۔ تحریک کشمیر، تحریک کپور تھلہ، تحریک مدح صحابہؓ، تحریک مسجد منزل گاہ سکھر، اور سب سے بڑی زندہ تحریک تحفظ ختم نبوت عقیدے اور ایمان کی جنگ نہیں تو اور کیا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی "جمہوریت اور اس کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہونے والے خلفشار کے خلاف ہم احرار والوں نے ہی تند و تیز زبان و قلم استعمال کئے اور اس سازش کے اسیروں کو جھنجھوڑ کر آزادی کی طرف بلایا مگر آہ ہماری ایک نہ سُنی گئی۔ آج خدا، رسول، صحابہ، قرآن، اور پورے اسلام کو پاکستان کے اخبارات اور ہر فورم پر تنقید و تنقیص کا نشانہ بنایا جا رہا ہے تو تمام مذہبی طبقے پریشان ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ یہ سب کچھ جمہوریت کا تحفہ ہے۔

دوستو! پریشان ہونے سے کچھ نہیں ہو گا۔ جو تباہی آ رہی ہے وہ آ کر رہے گی۔ مگر دین والوں کے اتحاد سے اور خلوص والی محنت سے اسکا راستہ روکا جا سکتا ہے۔

آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی دو جڑواں بہنیں ہیں۔ دونوں کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ دونوں یہود و نصاریٰ کی تہذیب کی نمائندہ ہیں۔ قوم کو مروا کر، ملک توڑ کر، ایک دوسرے کے خلاف آگ کا الاؤ روشن کرنے کے باوجود یہ پھر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔۔۔ اب یہ پھر اکٹھے ہو رہے ہیں۔ آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی میں مفاہمت دراصل اس ماحول کو ختم کرنے کیلئے ہے جو علماء حق نے پیدا کیا ہے یا جس کیلئے وہ کوشاں ہیں۔

سید عطاء المؤمن بخاری صاحب کے کامیاب دورہ کے بعد گزشتہ دنوں ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ یوم معاویہؓ کے جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لائے۔ مولانا محسن رضا فاروقی مولانا عطاء الحق اور مولانا محمد مغیرہ آپ کے ہمراہ تھے۔ مسجد سیدنا ابوبکر صدیقؓ میں قبل از نماز جمعہ اور بعد از نماز جمعہ ان حضرات نے امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ مقررین نے کہا کہ خلیفہ راشد سیدنا معاویہؓ کی شخصیت، دورِ حکومت اور کارہائے نمایاں اتنے زریں ہیں کہ اپنے اور بیگانے مل کر زور لگالیں مگر اُن کی زندہ جاوید شخصیت کے حسن کو متاثر نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ وہ صحابی رسول ﷺ، کاتب وحی اور خلیفہ رسول ﷺ تھے۔

عظیم مجاہد آزادی، مفکر احرار چودھری افضل حقؒ کے تین ادبی شاہکار

* معشوقہ پنجاب (قصہ ہیر رانجھا۔ تنقید) * شعور (ایک اصلاحی ڈرامہ)
* دیہاتی رومان (افسانوی اصلاحی کہانی)

تینوں کتابوں کا مجموعہ

شعور کے عنوان سے یکجا شائع ہو گیا ہے ❋ صفحات ۱۴۴ / قیمت ۳۵ روپے

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

سید محمد ذوالکفل بخاری

کتابیں ہیں چمن اپنا:

صفحات۔ ۲۷۲، قیمت۔ ۷۵ روپے

مصنف۔ عبد المجید قریشی — ناشر۔ ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

مرحوم آغا شورش کاشمیری نے اپنے جریدہ "چٹان" میں کسی بزرگ کا قول بہت مُدت، مسلسل چھاپا تھا کہ "قبر سا واعظ، تنہائی سا بے ضرر ساتھی اور کتاب سا مخلص دوست کوئی نہیں"۔ یقیناً یہ بات بہت، بہت، بہت گہری اور بہت بامعنیٰ ہے۔ مطالعے کی لت میں مُبتلا لوگوں کی زندگیوں میں "کتاب" کو بلا شبہ ایسی ہی اہمیت و حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ یوں بھی کتاب خوانی، کتاب بینی، کتاب بانی، کتاب داری، کتاب نویسی، کتاب فروشی اور کتاب چوری جیسے شعبوں اور گوشوں پر اگر تحقیقی زاویہ سے توجہ دی جائے اور کتابت، طباعت، اشاعت کے فنون کا تاریخ اور انسانی تمدن و اخلاق پر ان کے اثرات کا جائزہ مرتب کیا جائے تو واقعتہً یہ بڑے کام کا اور بڑے مزے کا موضوع ثابت ہوگا۔

زیر تبصرہ کتاب کے مصنف جناب عبد المجید قریشی کام کے آدمی بھی ہیں اور مزے کے بھی! صاحب قلم صاحب تحقیق، انشاء پرداز، منفرد اور ممتاز تلخیص نگار ہیں۔ ہر وقت گوشۂ چمن، کتاب اور فراغت کی ٹوہ میں، اور ان تینوں کو یکجا کرنے کی تگ و دو میں سرگرداں رہتے ہیں۔

"کتابیں ہیں چمن اپنا" قریشی صاحب محترم کی منفرد، یادگار، زندہ اور تر و تازہ کتاب ہے۔ قریشی صاحب نے اس "چمن" میں بعض ایسی نادر اور اہم کتابوں کو پھولوں کی طرح سجایا ہے۔ فی زمانہ جن کا ملنا ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ قاری اس چمن میں صدیوں کا فاصلہ لمحوں میں طے کرتا ہے اور اسکی دل افروز خوشبو سے بھرپور حظ اٹھاتا ہے۔ یہ کتاب عبد المجید قریشی صاحب کے مطالعہ کی وسعت کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔ انہوں نے اپنی اس تصنیف میں انتہائی خوبصورت انداز میں مختلف موضوعات پر مشتمل کتب کا تعارف کرایا ہے جو اُن کے تجربہ اور ندرتِ تحریر پر خود شاہد عدل ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ علم و ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے نشانِ منزل ہے۔ تعارف کتاب کیلئے میں اُنہی کے الفاظ دہرانا مناسب خیال کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں۔۔۔

"یہ میرے اُن بارہ مضامین کا مجموعہ ہے جو ماضی قریب میں ہمارے ملک کے بعض مقتدر رسائل میں شائع ہوئے اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے۔ اب اِن مضامین کو مناسب ترامیم اور اضافوں کے بعد اس مجموعے کی شکل میں دوبارہ پیش کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ اِس مجموعے کے عنوان سے ظاہر ہے، ان تمام مضامین کا موضوع صرف اور صرف کتابیں ہیں جن کا مختلف حیثیتوں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ موضوع نسبتاً خشک ہے تاہم میں نے پوری

پوری کوشش کی ہے کہ یہ محض خشک ہی نہ رہے بلکہ اس میں "تری" کی بھی خاطر خواہ آمیزش ہو جائے اور قاری اسے باسانی "ہضم" کر سکے۔ میرا یہ نسخہ خاصا کامیاب رہا، کیوں کہ ان میں سے بعض مضامین نے نہ صرف ڈائجسٹوں میں جگہ پائی، بلکہ وہاں دلچسپی کے ساتھ پڑھے بھی گئے۔

"کتابیں ہیں چمن اپنا" کا پہلا مضمون اسی عنوان سے ہے جس میں کتابوں کے متعلق برصغیر کے مشاہیر علماء اُدباء اور دیگر اہل قلم حضرات کے پُر لطف تاثرات و احساسات پر گفتگو کی گئی ہے۔ دوسرے مضمون "کتاب اور میں" میں کتابوں سے اپنے تعلق خاطر کو ظاہر کیا گیا ہے۔ تیسرا مضمون "کتابوں کے تعاقب میں" ہے جو دو اہم کتابوں کی تلاش و کاوش اور اُن کی اشاعت کی داستانِ شوق پر مبنی ہے۔ اس مجموعے کا چوتھا مضمون ہے "داستان اِک بے وفا کی" جو میری نہایت محبوب کتاب "دربار دُربار" کے مصنف اور ہندوستان کے مشہور شاعر حضرت صدق جائسی سے میری طویل مُراسلت پر مشتمل ہے۔ دیکھئے، میں نے اُن کو بے وفا غلط تو نہیں کہا۔ میرا اگلا مضمون "میں اور میرا کُتب خانہ" ہے جس میں اپنے ذوق کُتب اندوزی کی جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ مضمون "بِن کِھلے مُرجھا گئے" کا موضوع وہ پچاس، ساٹھ "کتابیں" ہیں جن کے متعلق میں نے کبھی پڑھا یا کہیں سُنا کہ وہ جلد ہی شائع ہو رہی ہیں، لیکن پھر زمانے کی رفتار بیس بیس اور تیس تیس برس پر محیط ہوتی چلی گئی اور وہ شائع نہ ہوئیں "کتابیں اور قید خانے" میں اُن کتابوں کا مفصل تذکرہ موجود ہے جو ہمارے قید خانوں میں لکھی گئیں یا قید خانوں کے بارے میں تحریر کی گئیں۔ "جلوہ ہائے رنگ رنگ" میں اُردو زبان میں سفر ناموں کو زیر بحث لایا گیا ہے اور چند دلچسپ سفر ناموں کے اقتباسات پیش کئے گئے ہیں۔ "من آنم کہ مَن دانم" اُردو آپ بیتیوں کے متعلق ہے۔ آپ بیتیوں کے تفصیلی جائزے کے ساتھ ساتھ آپ اس میں چند مشہور آپ بیتیوں کے پُر لطف حصے بھی ملاحظہ فرما سکیں گے "ذکر علی گڑھ اُردو ادب میں" کا موضوع عنوان سے ظاہر ہے۔ اس مضمون میں بابائے علی گڑھ سر سید احمد خاں، جسٹس سید محمود، نواب محسن الملک، نواب وقار الملک اور بہت سے دوسرے علیگ مشاہیر پر شائع ہونے والی کتابوں پر نظر ڈالی گئی ہے۔ "کُتب خانوں کی سیر" میں برصغیر، انگلستان اور امریکہ کے چند اہم کُتب خانوں کا دلچسپ انداز میں تعارف کرایا گیا ہے۔ اس مجموعے کا آخری مضمون "تحریکِ پاکستان کتابوں کی دُنیا میں" ہے جس میں تحریکِ پاکستان کے پس منظر کے ساتھ ساتھ کوئی دو سو، سوا دو سو کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے جو تحریکِ پاکستان کے متعلق اُردو اور انگریزی زبانوں میں پاکستان، ہندوستان اور انگلستان میں موقع بہ موقع شائع ہوئیں"۔

سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس ملتان ڈویژن
(تعارف اور کارکردگی)

مرتب: محمد افضل خان بلوچ۔

قیمت: ۱۸ روپے — صفحات: ۱۱۲

ملنے کا پتہ: بلوچ اسلامک اکیڈمی ڈاکخانہ تاجیوالہ تحصیل و ضلع لودھراں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلام کی اولین جماعت کے درخشندہ ستارے ہیں۔ یہی وہ جماعت ہے جس کی اتباع کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اسلام کو خاتم النبیین والمعصومین ﷺ سے براہ راست سمجھا، سیکھا اور پھر اس پر عمل کیا۔ اللہ جل شانہ نے ان کے خلوص اور امتحان میں کامیابی کے بعد انہیں

یعنی دائمی ہمنا کی سند عطاء فرمائی۔ آج اسی جماعت کی عزت و ناموس خطرے میں ہے۔ رافضی اور سبائی، تبرائی، یہود و نصاریٰ کے مشن کی تکمیل میں مصروف ہو کر صحابہ کرام کی تنقیص کر رہے ہیں۔ ان حالات میں اس محاذ پر بھرپور جنگ کی ضرورت ہے۔ زیر نظر کتاب میں سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس کا تعارف اور کارکردگی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ علماء کرام کی گرانقدر آراء اور تجاویز بھی شامل ہیں۔ نوجوانوں میں دفاعِ منصبِ صحابہ کے لئے جدوجہد کا جذبہ قابلِ تحسین ہے۔

"تحفظ ختم نبوت"

تالیف: محمد طاہر رزاق۔
صفحات: ۳۲۰ قیمت: ۴۰ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ سید احمد شہید اُردو بازار لاہور۔

زیرِ نظر کتاب محمد طاہر رزاق صاحب کے ردِ قادیانیت میں لکھے گئے تیرہ مختلف کتابچوں کا مجموعہ ہے۔ عقیدہ ختم نبوت، قادیانیوں کی تحریفِ قرآن، عشاقانِ خاتم النبیین ﷺ کے حیرت انگیز واقعات و اقوال، کشمیر اور قادیانی اور اسی طرح کے دیگر عنوانات پر یہ ایک معلومات افزا کتاب ہے۔ طاہر رزاق صاحب ایک محنتی اور مخلص نوجوان ہیں۔ تردید قادیانیت ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں قادیانیوں کے عقائد و نظریات اور سیاسی و مذہبی سازشوں کا نہایت سلیس انداز میں تعارف کرایا ہے۔ قادیانی کتب کے حوالوں کا اہتمام اس پر مستزاد ہے۔ یہ کتاب اُن سادہ لوح مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ہے جو کم علمی کی وجہ سے قادیانیت کے فریب میں آجاتے ہیں۔

"اسلام میں صحابہ کرام کی آئینی حیثیت"

تالیف: ابو ریحان ضیاء الرحمن فاروقی۔

نبی اکرم خاتم النبیین و المعصومین ﷺ کی جاں نثار اور مقدس جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و منصب اور اسلام کے لئے اُن کے بے مثال کارنامے، سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے لیکر آخری خلیفہ راشد سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کے سنہری دور حکومت تک کے حالات کا مختصر جائزہ، اہل بیت رسول ﷺ، اُمہات المومنین کی پاکیزہ سیرت کے نادر نقوش، قرآن کریم اور حدیث رسول ﷺ میں صحابہؓ کی قدسی صفت جماعت کی آئینی حیثیت اور غیر مسلموں کا صحابہؓ کو خراجِ تحسین۔ یہ تمام موضوعات انتہائی اختصار کے ساتھ مولانا ضیاء الرحمن نے اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔ جمعیت اتحاد المسلمین سکاٹ لینڈ برطانیہ نے اس کے مصارف برداشت کئے اور اشاعت المعارف ریلوے روڈ فیصل آباد نے اسے مفت تقسیم کیا۔

"انیل کمار سے مجاہدِ اسلام تک"

ترتیب: قاری اظہر ندیم۔
شائع کردہ: عامر اکیڈمی ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور ۱۶
صفحات: ۴۶۔ قیمت: ۴ روپے۔

زیر نظر کتابچہ ۱۴ سال کی عمر میں ہندو مذہب ترک کر کے اسلام قبول کرنے والے نوجوان کی بپتا ہے۔ "آگرہ" کے باسی اس نوجوان نے اسلام کیوں قبول کیا؟ وہ کیا اسباب و عوامل اور ماحول تھا جس نے ایک مشرک کو

موٗحد بنا دیا۔ اس داستانِ عزم و ہمت میں آپ کو ان سوالات کا دلگداز جواب پڑھنے کو ملے گا۔ یہ آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی۔ قاری اظہر ندیم صاحب نے نہایت دلنشین پیرایہ میں اسے قلم بند کیا ہے۔ یہ کہانی اُن مسلمان نوجوانوں کے لئے خصوصاً عبرت کا درس ہے جو اسلام کی نعمت کی قدر افزائی سے بے بہرہ ہو کر یہود و نصاریٰ اور ہنود کی تہذیب و ثقافت سے متاثر ہو رہے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے تشکیک و ارتیاب کے کنویں میں ڈبکیاں لینے والے حضرات حیاتِ نو اور عزم و یقین کی دولت سے بہرہ ور ہوں گے۔

تحریک آزادی کے نامور رہنما اور صاحبِ طرزِ ادیب
مفکر احرار چودھری افضل حقؒ کی خود نوشت سوانح

میرا افسانہ

چالیس برس بعد دوبارہ شائع ہو گئی ہے

● میرا افسانہ ● ایک عہد اور ایک زمانے کی سوانح ● آزادی کے مجاہدوں کا تذکرہ

کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ طباعت، خوبصورت جلد صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۱۰ روپے

واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر

ایک دھماکہ خیز کتاب

مصنف: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

مقدمہ: مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

جس میں واقعہ کربلاء سے متعلق افسانوی کہانیوں کی اصل حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے
تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے ہر باذوق قاری کے لئے انتہائی اہم کتاب
دس کتابوں پر ۳۳٪ دس سے زائد کتابوں پر ۴۰٪ اور ۱۰۰ کتابوں پر ۵۰٪
رعائیت دی جائے گی۔ ——— قیمت ۶۰ روپے

بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر، ٹونٹیوں کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام جاری ہے۔ اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر، ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔

جب برطانوی سامراج کا آفتاب نصف النہار پر تھا

- انقلاب زندہ باد کہنے سے انگریز اور اس کے جانشینوں کی ہڈیاں انکی قبروں میں چٹخنے لگتی تھیں۔
- راست بازو زبانوں کے لئے اندھا قانون اور بےخوف انسانوں کے لئے کوڑھی انصاف تھا۔
- کاسہ لیسان سرمدی اپنے سینوں پر تمغہ ہائے وفاداری لٹکائے پھرتے تھے۔
- فدایان حریت کے لئے حلقہ ہائے زنجیر یا درہ ہائے تعزیر تھے
- طلبگاران آزادی کی بے سروسامانی پر فرزندان سلطنت کے وحشیانہ قہقہے گونجتے تھے۔
- احرار رضا کاروں کے بدن کا گوشت روئی کے گالوں کی طرح اڑتا تھا۔
- پیکران عفت کے چہروں پر طمانچوں کی مہریں ثبت تھیں۔

یہ انہی دنوں کی سرگزشت ہے

اسلام کے نامور سپوت تحریک آزادی کے عظیم مجاہد فدائے احرار

مولانا محمد گل شیر شہید

رحمۃ اللہ علیہ کے

- سوانح و افکار ——●—— احوال و آثار
- سیرت و کردار ● بیمثال جدوجہد ● ولادت تا شہادت

نوجوان محقق **محمد عمر فاروق** کے قلم سے ایک تاریخی دستاویز

مقدمہ نگار
خواجہ خان محمد مدظلہ ● ڈاکٹر انور سدید
مولانا سید عطاء المحسن بخاری
مولانا محمد سعید الرحمن علوی۔

فلیپ نگار
احمد ندیم قاسمی ● مولانا محمد اسحٰق بھٹی

نایاب اخباری و سرکاری ریکارڈ سے ماخوذ دستاویزات۔

- مکاتیب و عکس تحریر ● نادر و نایاب تصاویر
- تاریخی منظومات ● نامور شخصیات کا اعتراف عظمت
- انگریزوں کے پشتینی وفاداروں کی خدمات
- اعزازات، خطابات اور زمینوں کی تفصیلات
- مجاہدین آزادی کی خونچکاں سرگزشت، تاریخ کے سربستہ راز اور ان کہی کہانیاں ● پہلی مرتبہ منظر عام پر

- مؤلف کی دس سالہ محنت کا نچوڑ
- منفرد انداز تحریر میں
- سینکڑوں عنوانات کے گرد گھومتی کہانی

- صفحات ۴۰۴ ● کمپیوٹر کتابت ● خوبصورت سرورق ● مجلد ● اعلیٰ طباعت
- قیمت ۱۵۰ روپے پیشگی رقم ارسال کرنیوالوں کے لئے خصوصی رعایت ۸۵ روپے میں

قریبی بکسٹال یا ہم سے طلب فرمائیں

بخاری اکیڈمی

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان پاکستان

زمیون پبلی کیشنز پل شوالہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان